٩٢٣ د ١
گلبدن بیگم - ١

TEXT LIGHT

UNIVERSAL LIBRARY
OU_188659
UNIVERSAL LIBRARY

Call No.　　　　　　　　Accession No.

Author

Title

This book should be returned on or before the date last marked below.

گلبدن بیگم

شہنشاہِ بابر کی بیٹی۔ اور ہمایوں کی بہن۔ اکبر کی پھوپھی۔ گلبدن بیگم کی مستند و جامع سوانح عمری جسکا ماخذ انگریزی و فارسی کی معتبر و مستند کتابوں سے ہے۔ اور جس میں تینوں عہد کے جامع و مکمل حالات دکھائے گئے ہیں۔ مع پانچ فوٹو

مُرتّبہ

پروفیسر سیّد ابن حسن صاحب شارق۔ بی اے۔ بی ٹی۔ سند یافتہ مدرسۃ العلوم علیگڈھ کالج۔ ملازم سیندھیا کالج گوالیار اسٹیٹ

باہتمام

سیّد ظہور الحسن۔ قومی کتب خانہ دہلی زیر جامع مسجد

خواجہ برقی پریس دہلی میں طبع کرا کے شائع کی

بار اول ایک ہزار — جملہ حقوق محفوظ ہیں — قیمت گلیز کاغذ مجلد ۱۲/ — رف کاغذ مجلد ۸/

C ۱۳۹۲۷ ۲
CHECKED 1951
1965

فہرست مضامین کتاب سوانح عمری گلبدن بیگم

نمبر شمار	عنوان	ہندسہ	نمبر شمار	مضمون	ہندسہ	نمبر شمار	مضمون	ہندسہ
۱	خاندان	۱	۱۹	دوسرا باب	۳۵	۳۶	شاہی خواتین کی طلبی	۴
۲	پیدائش	〃	۲۰	عہد ہمایوں	〃	۳۷	دوسری فصل	〃
۳	پہلا باب	۳	۲۱	پہلی فصل	〃	۳۸	حضر خواجہ خان اور	
۴	پہلی فصل	۳	۲۲	ہمایوں کے مصائب	〃		گلبدن بیگم	
	عہد بابر	۳	۲۳	دوسری فصل	۴۳	۳۹	تیسری فصل	
۵	دوسری فصل	۴	۲۴	جلاوطنی کا زمانہ	۴۳	۴۰	بیرم خان کا زوال اور	
۶	ہندوستان پر فوج کشی	۴	۲۵	تیسری فصل	۴۷		ماہم کا اقتدار	
۷	تیسری فصل	۱۱	۲۶	ہمایوں پھر میدان		۴۱	چوتھی فصل	
۸	گلبدن بیگم کی پرورش	۱۱		جنگ میں	〃	۴۲	ماہم کے اقتدار کا خاتمہ	〃
۹	چوتھی فصل	۱۳	۲۷	چوتھی فصل	۶۵	۴۳	پانچویں فصل	۱
۱۰	ہندوستان کے واقعات	۱۳	۲۸	کچھ حرم بیگم کے		۴۴	اکبر کے ماموں کی	
۱۱	پانچویں فصل	۱۹		متعلق	۶۵		فتنہ پردازیاں	
۱۲	بابر کے لڑکے	۱۹	۲۹	پانچویں فصل	۶۷	۴۵	چھٹی فصل	
۱۳	چھٹی فصل	۲۳	۳۰	ہندال کی موت کا		۴۶	ناہید بیگم	
۱۴	شاہی خواتین کی ہندوستان			اثر گلبدن بیگم پر	۶۷	۴۷	ساتویں فصل	
	میں آمد	۲۲	۳۱	چھٹی فصل	۶۸	۴۸	گلبدن بیگم کی حج کو	
۱۵	ساتویں فصل	۲۹	۳۲	ہندوستان پر قبضہ	〃		روانگی	
۱۶	ہمایوں کی علالت	〃	۳۳	تیسرا باب	۷۴	۴۹	آٹھویں فصل	
۱۷	آٹھویں فصل	۳۱	۳۴	اکبر اعظم کا عہد	〃	۵۰	ہمایوں نامہ	
							نویں فصل	
۱۸	بابر کی وفات	۳۱	۳۵	پہلی فصل	〃		گلبدن بیگم کی وفات	۱

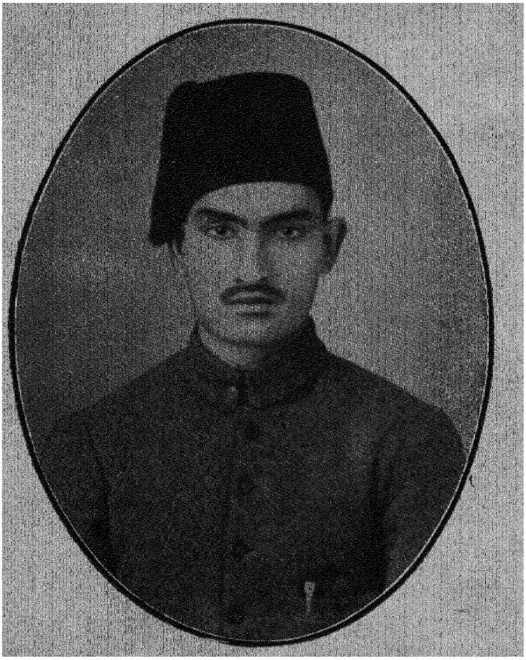

سید ابن حسن شارق- بی - اے بی-ٹی مصنف کتاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوانح عمری گلبدن بیگم

دختر

شاہ ظہیر الدین محمد بابر شہنشاہِ ہند

مقدمہ

۱۔ خاندان

ظہیر الدین محمد بابر شہنشاہ ہند وسط ایشیا کے حکمرانوں سے خاص نسبت و تعلق رکھتا ہے یعنی ایک طرف تو اسکا سلسلہ نسب ترک قوم کے مشہور حکمران تیمور کے بیٹے میران شاہ سے ملتا ہے اور دوسری جانب مغل قوم کے نامور حکمران چنگیز کے بیٹے چغتائی سے

۱۴ فروری ۱۴۸۳ء کو پیدا ہوا اور بارہ سال کی عمر میں اُس نے اپنے باپ کی مختصری حکومت فرغانہ کی باگ اپنے ہاتھ میں لی وہ دس سال تک اپنی قوم اور قبیلے کی مدد سے اپنی حکومت پہ قابض رہا پھر زمانہ نے پلٹا کھایا اور اسکو نہ صرف حکومت سے دستکش ہونا بلکہ ملک کو بھی چھوڑنا پڑا۔

بابر نے ۱۵۰۴ء میں فرغانہ سے نکل کر جنوبی افغانستان کی جانب رخ کیا اور غور کے غاصبوں پہ حملہ کرکے انسے کابل کو چھین لیا۔

۲ پیدائش

افغانستان پہ بابر نے اکتیس سال حکومت کی قندھار و بدخشاں کے علاقے بھی

اسکے زیر نگیں تھے اور ۱۵۱۱ء میں ماوراء النہر کے علاقے بھی اسکے قبضے میں آگئے تھے اور انیس سالہ حکومت میں ایک سال کیلئے اسکا اقتدار سمرقند پر بھی قائم ہوگیا تھا۔

شاہزادی گلبدن بیگم ۱۵۲۳ء میں افغانستان میں پیدا ہوئی۔ صحیح طور پر تو تحقیق نہیں ہوسکا کہ انکی ولادت کس مقام پر ہوئی لیکن یہ امر محقق ہے کہ کابل کے گردونواح میں وہ پیدا ہوئی۔

جس زمانہ میں گلبدن بیگم پیدا ہوئی ہے اُس زمانہ میں بابر کی حکومت اگرچہ کچھ زیادہ وسیع نہ تھی لیکن آخری دس سالوں میں اسکا اقتدار ملک پر اتنا بڑھ گیا تھا کہ ملک کی رعایا اور بیرون ملک کے قبائل و اشخاص کے دلوں پر اسکا سکہ بیٹھ گیا تھا اور تمام لوگ اسکو اپنا بادشاہ سمجھتے تھے ان ایام میں وہ حقیقۃً تیموریہ خاندان کا سالار اعظم اور خود مختار بادشاہ تھا۔

بابر فرمانروائی کے اعتبار سے خواہ کیسا ہی بادشاہ کیوں نہ ہو لیکن اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اسکی جنگی و فوجی قابلیت بے مثل تھی اسکے لشکر میں بہت بڑا حصہ ایسے لوگوں کا تھا جو نہ تو اسکی رعایا تھے اور نہ اسکی قوم اور قبیلے سے کوئی تعلق رکھتے تھے باایں ہمہ ہر شخص سپاہی اسکا جان نثار اور وفادار تھا اور اسکی خدمت اپنا فرض سمجھتا تھا۔

بابر کا بیان ہے کہ کابل میں اطمینان سے بیٹھ جانیکے بعد اسکی سب سے بڑی آرزو یہ تھی کہ وہ دریائے سندھ کے دوسری جانب کے علاقوں کو فتح کرکے اپنے قبضہ میں لائے انیس سال تک وہ اپنی آرزو کو دل میں پرورش کرتا رہا آخر انیس سال کے بعد انہیں ایام میں جبکہ گلبدن بیگم پیدا ہوئی بابر کو اسکا موقع ملا اور اُسنے دریائے سندھ کے اس پار جاکر حملہ کیا اور اس مہم میں کامیابی حاصل کی ہندوستان کا یہ پہلا ترکی حکمران تھا جسکو بعض لوگ حکومت مغلیہ کا بانی بھی کہتے ہیں اس فتح و کامرانی کے وقت گلبدن بیگم کی عمر ڈھائی سال کی تھی۔

گلبدن بیگم کے ایام رضاعت و تربیت آسائش و سکون سے بالکل خالی ہیں انکی

پیدائش کے بعد اسکے باپ بابر کو ایک لمحہ کا سکون نصیب نہیں ہوا عمر بھر کی تعلیم اور زندگی کا زمانہ بھی انقلاب انگیز رہا۔

انقلاب اسکی فطرت میں تھا یعنی وہ تیموری اور چنگیزی دونوں خاندانوں کے خون سے پیدا ہوئی تھی اور اس کی زندگی کا ہر دور انقلابات عالم کا ایک نیا دور تھا۔

گلبدن بیگم نے اپنی زندگی میں تین زبردست دور دیکھے ہیں پہلا دور اسکے باپ کی حکومت کا دور تھا جو اول سے آخر تک انقلاب کا دور رہا۔ عہد جوانی اور شادی بعد کی زندگی ہمایوں اور اسکے بھائی کے عہد میں بسر ہوئی جو تنزل اور جلاوطنی کا مبارک عہد تھا اور آخری عمر اکبر اعظم کی حفاظت میں گذری۔ ہم ان تینوں زمانوں کے حالات علیحدہ علیحدہ تین بابوں میں سپرد قلم کرتے ہیں۔

پہلا باب

عہد بابر

پہلی فصل

بابر کی بیویاں اور اولاد بچپن اور نوجوانی کے ایام میں بابر کی تین شادیاں ہوئیں۔ پہلی شادی پانچ سال کی عمر میں تیموری خاندان کی ایک لڑکی عائشہ سے ہوئی جس نے [illegible] میں انتقال کیا۔ دوسری شادی زینب نامی ایک لڑکی سے ہوئی یہ بھی تیموری خاندان کی شاہزادی تھی اسنے [illegible] میں انتقال کیا تیسری شادی ایک اور تیموری خاندان کی لڑکی معصومہ سے [illegible] میں ہوئی اسکا انتقال بابر کے پہلے بچہ کی پیدائش میں ہوا۔

بابر کی چوتھی بیوی ماہم تھی جس سے اس نے خراسان میں شادی کی تھی اور اگرچہ اس شادی کا ٹھیک زمانہ معلوم نہیں لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ شادی غالباً ۱۵۰۶ء میں ہوئی ہوگی۔

پانچویں شادی دلدار بیگم سے ہوئی اور چھٹی شادی گلرخ بیگم سے ان تینوں بیویوں کے عہد میں شاہی خاندان کی کوئی بیوی زندہ نہ تھی۔

بابر کی ایک اور شادی کا ذکر تاریخوں میں پایا جاتا ہے یہ شادی ۱۵۱۹ء میں یوسف زئی خاندان کے ایک سردار کی لڑکی مبارکہ سے ہوئی تھی جسکو سردار مذکور نے اطاعت قبول کرنے کے ثبوت میں بابر کی خدمت میں پیش کی تھی یہ لڑکی نہایت ہی حسین و جمیل و شکیل تھی اس سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

دلدار بیگم بابر کی پانچویں بیوی تھی جس سے تین لڑکیاں اور دو لڑکے پیدا ہوئے تھے سب سے بڑی لڑکی گلرنگ بیگم ہے جو غالباً ۱۵۱۱ء سے ۱۵۱۵ء تک کسی سال میں پیدا ہوئی جس زمانہ میں یہ پیدا ہوئی تو اسوقت اسکا باپ بابر کابل سے رخصت گیا ہوا تھا پھر دوسری لڑکی گل چہرہ پیدا ہوئی اسکے بعد سب سے پہلا لڑکا ہندال پیدا ہوا جسکا سن ولادت ۱۵۱۹ء ہے ہندال کے بعد گلبدن بیگم پیدا ہوئی:۔

دلدار بیگم کی آخری اولاد ایک لڑکا تھا جسکا نام گلبدن بیگم نے الور لکھا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ نام کسی خاص مصلحت یا کسی شگون کی بنیاد پر رکھا گیا ہو جو ہندوستان کے مشہور شہر الور کے نام پر ہے یہ لڑکا ۱۵۲۹ء میں جبکہ بابر کا سارا خاندان آگرہ میں مقیم تھا انتقال کر گیا۔

بابر کی چوتھی بیوی ماہم تھی جس سے بابر کو غیر معمولی محبت تھی ہمایوں اسی کے بطن سے پیدا ہوا اور کامران و عسکری مرزا گلرخ بیگم سے پیدا ہوئے۔

دوسری فصل

ہندوستان پر بابر کی فوجکشی!

بابر بادشاه

شاہزادی گلبدن بیگم چونکہ اس فوجکشی سے دو سال قبل پیدا ہوئی ہو جو دریائے اندس کے
اس پار کیا گیا تھا اسلئے ضروری ہے کہ نو برس ۱۵۲۵ء میں اسکی بچپن کی آنکھوں نے فوجکشی کے
اس نظارہ کو دیکھا ہوگا۔ فوجیں جو حملہ کیلئے تیار کی گئی تھیں اور تمام دو یعقوب [illegible] میں فراہم
کی گئیں تھیں اور وہاں سے آراستہ ہو کر دریائے اندس کے جانب روانہ ہوئیں تھیں۔

یہ کہنا غالباً مبالغہ نہ ہوگا کہ گلبدن کی آنکھوں نے قلعہ کی بلندی سے ان فوجوں کو روانہ
ہوتے دیکھا ہوگا چنانچہ وہ خود کہتی ہے کہ میں نے لشکر کو جاتے دیکھا اور دل میں یہ خیال کیا
تھا کہ دل کے دل میں یہ منظر ہمیشہ ہونے اوجھل ہو جائے گا چنانچہ اس وقت کے چلے جانیکے
بعد مہینوں اور برسوں میری نظروں میں کابل کی مشرقی سڑک کا یہ منظر پھرتا رہا۔"

بابر کی فوجی قوت اور جنگی استعداد کا اندازہ کرنے کیلئے ضروری ہے کہ ہم ان لوگوں کے
اخلاق و عادات اور طرز زندگی پر نظر ڈالیں جو بابر کیساتھ ہندوستان کو فتح کرنے کیلئے
دریائے اندس کے اس پار گئے ہوئے تھے۔

بابر کے سپاہی عموماً خانہ بدوش قبائل تھے جو لق و دق میدانوں میں زندگی
بسر کرنیکے عادی تھے اور انکی ضروریات زندگی وہیں کہ مہیا ہو جاتی تھیں ان میں سے زیادہ
حصہ ان لوگوں کا تھا جو دور دراز مسافت طے کرکے آئے تھے اور بڑے پہاڑ و جنگل میدان
انکے محبوب مسکن اور مرغوب نزہت گاہ تھے ظاہر ہے کہ ایسے لوگوں کو مشکلات و مصائب
کی کیا پروا ہوگی۔ ہندوؤں اور ان کے ملک کو وہ کب خاطر میں لاتے ہونگے اور دوسری
انقلابات کی انکو کب پروا ہوگی واقعہ یہی ہے انہوں نے راستہ کی دشواریوں کی کبھی پروا
کی خوفناک دشمنوں اور مہیب خطرناک جنگلی جانوروں سے وہ کبھی نہ ڈرے گرمی
سردی اور برسات کبھی ان کے ارادوں میں مزاحم نہیں ہوتی ہاں ہمہ وہ ایک حد تک
خوف زدہ اور پریشان ضرور تھے۔

یہ بتلانا آسان نہیں ہے کہ بابر نے ان سیاہ پتھروں کے جاندار تیلوں کو کیونکر ہموار کیا

تھا یقیناً ان آزادی پسند لوگوں کو منوا بنانے اور ہموار کرنے کا کوئی خاص طریقہ ہوگا جو اسوقت تک پردۂ خفا میں مستور ہے ہمکو اس سلسلہ میں جہانتک معلوم ہے صرف اتنا ہے کہ بابر اور اسکے ساتھیوں کو کابل میں ان لوگوں کی عورتوں سے معاشرتی تعلقات قائم ہو چکے تھے اور ان عورتوں سے انکے خیالات جذبات اور احساسات کا پتہ لگ گیا تھا۔

ان لوگوں کی حالت یہ تھی کہ بعض وقت انکے مشاغل و حالات سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ وحشی لوگ ہیں اور ان میں جذبات و احساسات بالکل نہیں پائے جاتے لیکن ہمیشہ یہ منظر سامنے آتا تھا کہ لشکر کشی کی خبر پاتے ہی یہ لوگ فوراً جمع ہو جاتے تھے اور ایک باقاعدہ منظم سپاہ کی طرح اپنے افسر کے حکم کی اطاعت کرتے تھے لڑائی انکے لئے معمولی سی بات تھی وہ دشمنوں سے ایک شان سے ٹکرا جاتے تھے فتح کی خبر انکو خوش کر دیتی تھی اور شکست کی خبر سے وہ تھوڑی دیر کیلئے رنجیدہ ہو جاتے تھے۔

بابر نے کابل سے روانہ ہوتے وقت عورتوں اور بچوں کی دیکھ بھال اور مملکت کی نگرانی کے لئے اپنے بیٹے شہزادہ کامران کو چھوڑا تھا کامران کی اسوقت کیا عمر تھی اسکے متعلق ہمکو کوئی صحیح اطلاع نہیں ملی کیونکہ نہ تو بابر نے شہزادہ کامران کی ولادت کی تاریخ لکھی ہے اور نہ کسی دوسری تاریخ سے اس کا پتہ چلتا ہے۔

وہ یعقوب سے لشکر کو روانہ کرنیکے بعد بابر ۱۷ نومبر ۱۵۲۵ء کو کابل سے روانہ ہوا اور تیسری دسمبر ۱۵۲۵ء کو باغ وفا پہنچکر ہمایوں کا منتظر رہا ہمایوں نے باغ وفا پہنچنے میں کسی قدر دیر کر دی تھی بابر اسکی اس تاخیر سے سخت ناراض ہوا ہمایوں کی عمر اسوقت سترہ سال کی تھی اور ۱۵۲۰ء سے وہ بدخشاں کی گورنری کے فرائض انجام دے رہا تھا وہ اس وقت باپ کے حکم سے ہندوستان پر حملہ کرنیکے لئے اپنے ساتھ فوج لایا تھا اس کی ماں ماہم چونکہ بابر کے ساتھ کابل میں تھی اور بہت دنوں سے اسنے اپنے بیٹے ہمایوں کو نہیں دیکھا تھا اسلئے ہمایوں چند روز ماں کے پاس ٹھہر گیا تھا اور باغ وفا پہنچنے

میں دور ہو گئی تھی۔

ہندوستان کی جانب لشکر کو روانہ ہوئے تھوڑا ہی زمانہ گذرا تھا کہ کابل میں پریشان کن خبریں پہنچیں یعنی وسط دسمبر ۱۵۲۵ء سے پہلے پہلے بابر دوسری مرتبہ بیماری سخت حملہ کا شکار ہوا۔ بابر نے اپنے تزک میں جس موقع پر اپنی شراب نوشی اور جھوٹی کا ذکر کیا ہے وہیں اس علالت کا حال بھی لکھا ہے کہ بابر کا بیان ہے کہ اس نے اپنی اس بیماری کو عذاب الٰہی اور قہر خدا سمجھا کیونکہ ہم نشینوں کی صحبت نشاط اور بزم عیش و عشرت میں شریک ہو کر غفلت و بے پروائی کیساتھ لطف زندگی اٹھانے سے فوراً توبہ کی اور تمام ناروا افعال کو ترک کر دیا لیکن بایں ہمہ بیماری نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا اس نے یہ خیال کیا کہ اس نے چونکہ ہجو و ذم کے اشعار کہے ہیں ممکن ہے یہ علالت اس کی سزا ہو اس بنا پر اس نے خیالات میں پاکیزگی پیدا کی اور اعلیٰ اخلاق سے کام لینا شروع کیا چنانچہ اس نے اس سلسلہ میں لکھا ہے کہ اس زبان پر لعنت ہو جو نیک و پسندیدہ الفاظ کے بجائے ناروا الفاظ سے آلودہ ہو۔ اے بزرگ و برتر خدا اگر تو مجھ پر رحم نہ فرمائیگا تو میرا شمار ملعونوں میں ہوگا۔

بابر کے مذکورہ الفاظ سے اس کے اعلیٰ خیالات کا کافی اندازہ ہو جاتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں اپنے نفس سرکش کو ملامت کرنے اور ناروا افعال سے خائف ہونے کا کتنا پاکیزہ جذبہ تھا۔

تھوڑے ہی عرصے کے بعد ۹ جنوری ۱۵۲۶ء کو ایک قاصد آیا اور ضروری اطلاعات کے علاوہ کچھ قلمی کتابیں بھی لایا یہ کتابیں ملوٹ کے قلعہ پر فتح حاصل کرنے کے بعد دستیاب ہوئی تھیں ان میں سے چند کتابیں کامران کو بھیجی گئی تھیں اور باقی ہمایوں کیلئے یہ کتابیں اگرچہ اس زمانہ میں بیش بہا ذخیرہ تھیں لیکن ہمایوں نے ان کو کچھ زیادہ پسند نہیں کیا ان کا بیشتر حصہ علم الٰہیات پر مشتمل تھا۔

۲۰ فروری ۱۵۲۶ء کو ہمایوں نے حصار فیروزہ کی تسخیر کا اعلان کیا یہ پہلی جنگ تھی جس میں ہمایوں نے بذات خاص حصہ لیا تھا اس فتح سے ہمایوں کی والدہ ماہم اور بابر دونوں بہت خوش ہوئے اور شاہ آباد سے اسکی اطلاع کابل روانہ کی گئی۔

بابر نے اپنے تزک میں جہاں اس فتح کا ذکر کیا ہے وہاں ایک اور دلچسپ واقعہ بھی درج ہے یعنی اس سفر میں فتح کی خبر پہنچی ہے بابر کی ڈاڑھی استرے سے مونڈی یا قینچی سے کتری گئی اور یہ رسم ایک قومی تہوار کے طور پر ادا کی گئی بابر نے تزک میں اس واقعہ کا خود ذکر کیا ہے لیکن بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ اس واقعہ کو تفصیل کیساتھ تزک میں ہمایوں نے بعد کو داخل کیا ہو اور تزک میں اسکو شامل کرنے کی ضرورت یوں پیش آئی تھی کہ جب ہمایوں نے اپنے باپ کے اس طریقہ پر عمل کر کے ڈاڑھی منڈانے یا کتروانے کا ارتکاب کیا تو اپنے اس فعل کے جواز کی یہ صورت نکال کر باپ کے اس فعل کو تزک میں درج کر دیا ہمایوں نے اس فعل کا ارتکاب ۱۵۵۳ء میں کیا تھا جبکہ وہ اپنے باپ کے ہاتھ سے نکلے ہوئے مقامات کو دوبارہ حاصل اور فتح کرنے کے لئے ہندوستان روانہ ہو رہا تھا ہمایوں کے بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ اسوقت اس کی عمر ۴۶ سال کی تھی۔

ہمایوں کی مذکورہ بالا معمولی فتح کے ساتھ اگر اس کامیابی کو بھی شامل کر لیا جائے جو ۲۱ اپریل ۱۵۲۶ء کو پانی پت کی لڑائی میں ابراہیم لودی کو شکست دیکر اسنے حاصل کی تھی تو فتوحات کی اہمیت بہت بڑھ جائیگی خبر رسانوں نے اس شاندار کامیابی کی خبر ایک مہینہ کے اندر ہی اندر کابل پہنچا دی جہاں اس خبر کو خاص مسرت کے ساتھ سنا گیا

۱۱ مئی ۱۵۲۶ء کو بابر نے ان پانچ بادشاہوں کے خزانوں کو تقسیم کیا جو فتوحات میں اسکو حاصل ہوئے تھے اور خود اس میں سے بہت کم حصہ لیا اسقدر کم کہ لوگوں نے بابر کو اس قناعت پر "قلندر" کا خطاب دیدیا۔

مال و دولت کی تقسیم میں سخی نہایت فراخ دلی سے کام لیا اور اپنے اعزا و عزیز رشتہ داروں اور قبیلہ کے لوگوں میں سے کسی کو نہ بھولا عراق اور عرب کے مقدس مقامات کو اس نے کافی روپیہ بھجوایا اور خوب خیرات کی پھر کابل کے لوگوں کا اس نے خاص خیال رکھا یہاں تک کہ کابل کا کوئی متنفس ایسا نہ تھا جو بابر کی داد و دہش سے محروم رہا ہو اس تقسیم میں خواتین شاہی کو جو کچھ ملا گلبدن بیگم نے اسکا ذکر تفصیل سے کیا ہے گلبدن بیگم نے بڑی بیگموں سے اس تفصیل کو شروع کیا ہے اور اپنی پھپھیوں کا ذکر خاص طور سے کیا ہے۔

وہ وقت بھی عجیب ہوگا جبکہ ہندوستان کی دولت اور نادر روزگار اشیاء کابل کے میدان میں پڑی ہونگی اور لوگ ان کو دیکھنے کیلئے جوق جوق آ رہے ہونگے اور پھر اس امر کا اسکے شایان شان جوش و خروش کیساتھ استقبال کیا گیا ہوگا جس حال میں یہ سامان آیا ہوگا:۔

اس تمام سامان اور مال و دولت کو بابر کا دوست خواجہ کلاں اپنی نگرانی میں لایا تھا خواجہ کلاں نے یہ عذر پیش کرکے کہ ہندوستان کی آب و ہوا اسکو موافق نہیں ہے رخصت حاصل کی تھی اور اس سامان کو اپنے ساتھ لایا تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ خواجہ کلاں کی صحت کی خرابی کا بڑا سبب ہندوستان کی آب و ہوا کی ناموافقت نہیں بلکہ اسکے چال چلن کی خرابی تھی وہ دن رات عورتوں میں پڑا رہتا تھا اور ہر وقت عیش و عشرت میں محو رہتا تھا اس زمانے کے تعیش کا طریقہ یہ تھا کہ عورتوں کو کہانیاں کہنے اور سننے کا خاص شوق تھا خواجہ کلاں رات رات بھر حسین و جمیل عورتوں سے کہانیاں سنا کرتا اور زندگی کا لطف اٹھایا کرتا تھا۔

جو عورتیں لشکر کیساتھ تھیں یا جو ہندوستان میں حاصل ہوئی تھیں قرائن سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان میں ترکی عورتوں کیطرح پردہ کا زیادہ رواج نہ ہوگا یعنی اگرچہ

کا رواج ہوگا تو وہ صرف اتنا جس کو ہم آجکل کی اصطلاح میں کانا پھونسی کہتے ہیں اور عورتوں کے درمیان عزیزوں رشتہ داروں و ملنے جلنے والوں کی آمد ورفت نہ ہوگی۔

جو تحائف بابر نے کابل بھیجے تھے انہیں یقیناً گلبدن بیگم کو بھی کچھ ضرور ملا ہوگا اور ممکن ہے کہ دوسروں کی طرح اپنی بہنوں کے لئے بھی کچھ خاص چیزیں نامزد کر دی ہوں بابر نے ان تحائف کے ساتھ ایک فہرست بھی بھیجی تھی جس میں تحائف کی تفصیل اور ان اشخاص کا ذکر تھا جن کو بعض خاص تحائف عطا ہوئے تھے۔

بابر کے تحائف میں جواہرات کے علاوہ، رقاصہ عورتوں کی بھی ایک جماعت تھی جو فن رقص میں مناسب دستگاہ رکھتی تھیں ہندوستان کے عجائبات میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ یہ عورتیں صرف خاص خاص بیگمات کو عطا ہوئی تھیں گلبدن بیگم نے یقیناً ان رقاصہ عورتوں کا رقص دیکھا ہوگا۔

تحائف کے ساتھ چند ہدایات بھی بھیجی تھیں جنکا ذکر گلبدن بیگم نے ان الفاظ میں کیا ہے:۔

ہر نازک موقع اور پریشانی کے وقت بابر نے اپنے مذہبی جذبات کو ظاہر کیا اور ضروری مذہبی رسوم کو خاص عقیدت سے ادا کیا ہے۔ چنانچہ حصار فیروزہ کی فتح کے بعد بابر نے جب کابل کو تحائف روانہ کئے تو خواجہ کلاں کو یہ حکم بھی دیا کہ وہ صبا عام کے شاہی باغ میں خواتین کے اجتماع کا انتظام کرے تاکہ وہ وہاں جمع ہو کر شاہی لشکر کی کامیابی کا شکر ادا کریں۔ خواتین وہاں اپنے قیام کا خود انتظام کریں وہ چند روز وہاں بسر کریں ممکن ہے کہ بابر نے خواتین کے قیام و اجتماع کا نقشہ خود ہی تیار کیا ہو اور خود اس پر لطف اجتماع میں شرکت نہ کر سکنے کا اس کو افسوس ہوا ہو۔

خداوند بزرگ و برتر کے حضور میں فتح و کامیابی کا شکر ادا کرنے کی یہ رسم ہم گرما

کے شاہی باغ میں منائی گئی تھی جہاں مئی اور جون کی سخت گرمی کے زمانہ میں بھی بہار کا
کی چھٹاں ہر نفس سے دکھائی دیتی ہیں۔ اور اس تقریب میں ننھی شہزادی گلبدن بیگم بھی اچھے
اچھے کپڑے پہن کر شریک ہوئی ہوگی۔ اور بارگاہ رب العزت میں شاہی شکریہ کے سجدے
کیے ہونگے ممکن ہے کہ اس وقت اسکے دل میں یہ خیال بھی پیدا ہوا ہو کہ بابا جان اس تقریب میں
شریک نہیں اور اس خیال سے ممکن ہے کہ اسکے نازک دل پر چوٹ لگی ہو اور خداوند بزرگ و برتر
نے اسکی خواہش کو پورا کرنے کا سامان کر دیا ہو جیسا کہ واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تقریب
ابھی جاری تھی کہ بابر بھی کابل میں آپہنچ گیا۔

تیسری فصل

گلبدن بیگم کی پرورش و تربیت

بابر نے ہندوستان روانہ ہونے سے پہلے جو ضروری انتظامات کابل میں کئے تھے ان میں ایک یہ بھی تھا کہ دلدار بیگم کے دو بچوں گلبدن بیگم اور الوار مرزا ہندال کو پرورش و تربیت اور تعلیم کے لئے ماہم بیگم کے حوالہ کر دیا تھا ماہم بیگم حرم شاہی میں سب سے بڑی خاتون تھی اور بابر کے سب سے بڑے لڑکے ہمایوں کی ماں ہر خاتون کو حرم پر غیر معمولی امتیاز حاصل تھا

گلبدن بیگم کی عمر اس وقت دو سال کی تھی اور ماہم بیگم کو دل بہلانے کیلئے چھوٹے بچے کی ضرورت بھی تھی ہمایوں کی ولادت کے بعد ماہم کے بہت سے بچے ہوئے تھے لیکن سب ضائع ہوگئے تھے مورخین کا بیان ہے کہ ماہم بیگم کے بطن سے ہمایوں کے بعد چار بچے پیدا ہوئے تین لڑکیاں اور ایک لڑکا لیکن یہ تمام بچے بچپن ہی میں فوت ہوگئے۔

ماہم بیگم نے دلدار بیگم سے بچوں کی پرورش۔ تربیت اور تعلیم کا بار یا تو اس خیال سے قبول کیا ہوگا کہ اپنے بچوں کے انتقال سے وہ رنجیدہ رہتی تھی اور دل بہلانے کی ضرورت تھی یا محض بابر کی خاطر سے اس نے انکار نہ کیا ہوگا بابر کو ماہم بیگم سے غیر معمولی محبت تھی چنانچہ

بعض مورخین نے تو بابر کی محبت کی نسبت یہانتک لکھا ہے کہ اسکو ماہم بیگم سے ایسی ہی الفت تھی جیسی کہ امہات المومنین میں حضرت عائشہؓ سے حضرت رسول خدا صلعم کو تھی ماہم بیگم بھی بابر سے غیر معمولی محبت رکھتی تھی چنانچہ اسکے بیان سے اسکا کافی ثبوت مہیا ہو جاتا ہے دلدار بیگم کے بچوں کی تربیت و پرورش و تعلیم کو خوشی سے قبول کیا اور ظاہر کیا گیا ہے کہ دلدار بیگم کے بچوں کو بابر کیلئے پرورش کیا تھا اور اس طریقہ سے اسکو یہ ظاہر کرنا تھا کہ بابر سے اسکو غیر معمولی محبت ہے بابر نے بھی ماہم بیگم کے اس ایثار کو سراہا ہے اور بیان کیا ہے کہ ماہم بیگم نے اسکی خاطر سے دلدار بیگم کے بچوں کی پرورش اسطرح کی جسطرح ایک لونڈی یا ملازمہ پرورش و تربیت کرتی ہے۔

جمال کی پرورش، تربیت و تعلیم کی ذمہ داری قبول کرنیکا واقعہ مورخین نے اسطرح بیان کیا ہے کہ ۹۲۵ھ میں جب بابر باجوڑ و سواد و بھیرہ کی فتح کی فکر میں باہر گیا ہوا تھا اور باجوڑ و سواد کے حصول کے بعد اسکی نیت بھیرہ کی تھی اس زمانہ میں ماہم بیگم اور بابر کے درمیان خط و کتابت کا سلسلہ جاری رہتا تھا ۲۵ جنوری ۱۵۱۹ء کو بابر کے ایک خط کی جواب میں ماہم بیگم نے لکھا تھا جسمیں خواہش ظاہر کی کہ دلدار بیگم کے بطن سے جو بچہ پیدا ہو اسکی پرورش و تربیت بھی انکے سپرد کیجائے اس خط میں انہوں نے بابر کو یہ بھی لکھا تھا کہ آپ رمالوں اور نجومیوں سے دریافت کرکے یہ اطلاع دیں کہ دلدار بیگم کے بطن سے لڑکا پیدا ہوگا یا لڑکی اور یہ بھی دریافت کیا تھا کہ دلدار بیگم کے حاملہ ہونے کی رسمیں آپنے خود ادا کی ہیں یا لشکر کے پڑاؤ میں کسی عورت نے ادا کی ہیں بابر نے اسکے جواب میں لکھا کہ دلدار بیگم کے بطن سے لڑکا پیدا ہوگا اور اسکی رسمیں ادا کر دی گئی ہیں۔

۲۶ تاریخ کو بابر کا یہ خط وصول ہوا اور چوتھی مارچ کو لڑکا پیدا ہوا جسکا نام ابوالنا

عہ لڑکا یا لڑکی پیدا ہونیکے متعلق معلوم کرنیکا طریقہ نہایت سادہ تھا کہ دو پرچوں پر لڑکا اور لڑکی لکھا جاتا تھا کسی اور لڑکا زمین میں ... تھا اور ان پرچوں کو مٹی کے ڈھیلوں کے اندر رکھکر ڈھیلوں کو پانی میں ڈالدیا جاتا تھا جو پہلے کاغذ کھل کر ... پانی کے اوپر آجائے وہی ولادت ہوگی۔ مولف

عرف ہندال رکھا گیا تاریخوں میں ہندال ہی نام آتا ہے جسکے معنی غالباً خاندان ہند ہیں اور تیسرے معنے بچہ پرورش و تربیت کیلئے ماہم بیگم کے سپرد کر دیا گیا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ دلدار بیگم نے اپنے بچہ کی اس جدائی کو جو بڑے نام جدائی تھی خوشی سے گوارا کیا تھا یا نہیں اگست ۲۶ ۱۵۲ء کو ماہم بیگم کے بطن سے ایک اور لڑکا پیدا ہوا جسکا نام فاروق رکھا گیا لیکن یہ بچپن ہی میں فوت ہو گیا اور بابر کو اس کی صورت تک دیکھنی نصیب نہ ہوئی۔

ماہم بیگم نے دلدار بیگم کے بچوں کو گلبدن بیگم اور ہندال کو اپنے بچوں کی طرح پرورش کیا معقول تربیت کی اور بہترین تعلیم دی جسکا ثبوت گلبدن بیگم کی قابلیت سے ملتا ہے۔

چوتھی فصل

ہندوستان کے واقعات

بابر ۲۵ ۱۵ء میں ہندوستان آیا تھا اور یہاں سکو جنگ و پیکار میں زمین حاصل ہو چکی تھی کابل کے گھروں میں عموماً اور حرم شاہی میں خصوصاً بادشاہ اور لشکر کی واپسی کا سخت انتظار تھا خود بابر کبھی بھی کابل واپس جانے کو چاہتا تھا لیکن فتوحات کا شوق ہمیشہ اس جذبہ پر غالب رہتا تھا۔

دسمبر ۲۶ ۱۵ء کو ایک عجیب واقعہ رونما ہوا جس نے کابل کی آبادی کو مشتعل اور نعل در آتش کر دیا واقعہ یہ تھا کہ ابراہیم لودی ہندوستان کے حکمران کی ماں نے بابر کو زہر دیدیا تھا جس سے بابر محفوظ رہ گیا تھا گلبدن بیگم نے اس واقعہ کی تمام تفصیلات لکھی ہیں چنانچہ اسکا بیان ہے کہ بابر نے ابراہیم لودی کو شکست فاش دیکر اور پھر اس کو موت کے گھاٹ اتار کر اسکی ماں کو بلا یا اور عزت و احترام کے ساتھ اپنے پاس رکھا وہ شاہی لشکر میں رہتی تھی لیکن بیٹے کے انتقام کی فکر میں موقع کی منتظر تھی چنانچہ

چنانچہ موقع پاکر اس نے بابر کو زہر دیدیا بابر نے اس کی اس حرکت پر اسکو خاص نگرانی میں دیدیا پھر وہ افسر دوسرے کے حوالہ کرکے اس کی نگرانی سخت کردی گئی اور اس کے بعد ایک حمہ افسر کی نگرانی میں اس کو کابل روانہ کردیا گیا غالباً اس نے یہ سوچا ہوگا کہ کابل لیجاکر اس سے سخت انتقام لیا جائیگا اس خیال سے اس نے دریائے سندھ میں کود کر اپنی جان لہروں کے سپرد کردی اور غرق ہوگئی۔

بابر نے جب سُنا کہ یہ خراں کے واقعہ نے کابل میں تشویش کی لہر دوڑادی ہے تو اسنے کابل کو ایک خط لکھکر روانہ کیا بابر نے اس خط میں ان تمام باتوں کو تفصیل سے لکھا ہوگا جو وقوع میں آئیں اس خط کے اقتباسات یہ ہیں۔

بابر کہتا ہے کہ "جو شخص موت کے دروازہ پر کھڑا ہوتا ہے اس کو زندگی کی حقیقی قدر و قیمت معلوم ہوتی ہے پھر زہر کے اثر سے محفوظ رہنے پر خداوند بزرگ و برتر کا شکر ادا کرکے کہتا ہے کہ "مجھے اس سے پہلے یہ معلوم نہ تھا کہ زندگی کس قدر پُر کیف اور شیریں ہوتی ہے" اسی سلسلہ میں اس نے لکھا ہے کہ "اب مجھے قدرت کی ہمہ دستو کا احساس ہوا ہے جس کے ہاتھوں میں زندگی اور موت ہے۔

اس واقعہ کے تین ماہ بعد کابل میں یہ خبریں موصول ہوئیں کہ ہندو بابر کی فوج پر فتح حاصل کررہے ہیں کو شکست دینا ہی انکا مقصود و فرض ہے۔

یہ جنگ جس میں بابر کی فوج کو شکست ہوئی تھی ۱۳ مارچ ۱۵۲۶ء کو سیکری کی ننگی پہاڑیوں کے دامن میں ہوئی تھی ہندو راجپوتوں کی سپہ سالاری کے فرائض رانا سانگا انجام دے رہا تھا اس شکست سے بابر کی فوج کو سخت مصائب کا سامنا کرنا پڑا مگر یوں کہنا چاہیئے کہ وہ سخت مشکلات میں مبتلا ہوگئی آخر انہوں نے اپنی بداعمالی سے توبہ کی نیک کام شروع کئے سونے چاندی کے اُن پیالوں کو جنہیں شراب پی جاتی تھی اور غالباً جو فارس کی اعلیٰ صناعی کا نمونہ تھے توڑ ڈالا گیا اور انکے ٹکڑے

غرباء کو تقسیم کر دیے گئے۔ شراب کے مٹکوں اور پیپوں کو زمین پر بہا دیا گیا اور جس زمین پر شراب بہائی گئی تھی اس کو محتاج خانہ اور رباط بنا دیا گیا غرض مسلمانوں نے تمام برے افعال کو چھوڑ دیا اور نیک اعمال اختیار کئے پھر اسی کے ساتھ فوجوں میں جوش پیدا کیا گیا نتیجہ یہ ہوا کہ دوسری جنگ میں مسلمان خوب لڑے خون کے دریا بہا دیے اور دشمنوں پر کامل فتح حاصل کی۔

اس جنگ میں مسلمانوں کی کامیابی کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ لشکری ہندوستان میں بیٹھے بیٹھے گھبرا گئے تھے وطن اور بال بچے بہت دور رہتے تھے اور ہر شخص کے دل میں وطن واپس جانے کی آرزو تھی خصوصاً ہمایوں کے لشکر میں جس کا زیادہ حصہ بدخشی قبائل کا تھا یہ لوگ ملازمت کی پابندیوں سے اپنے آپ کو بالاتر خیال کرتے تھے اور ان کی عادت تھی کہ سال میں دو تین مہینے سے زیادہ اپنی خدمت پر حاضر رہتے تھے انکو ہندوستان آئے ہوئے سولہ مہینے گذر چکے تھے اور واپس گھر جانے کے لئے بے چین تھے ان لوگوں سے وعدہ کر لیا گیا تھا کہ اس جنگ کے بعد فوراً انکو رخصت دیدی جائیگی ان وجوہ سے لشکر کے اندر عام جوش پیدا ہو گیا تھا اور ہر شخص بہادری کا مجسمہ بنا ہوا تھا۔

بابر کی فوج کا زیادہ حصہ ہندوستان میں مزید قیام اور جنگ کے سلسلہ کو جاری رکھنے کے خلاف تھا اور بہت ہی کم ایسے لوگ تھے جو جنگ کو جاری رکھنے کے حق میں ہوں یہاں تک کہ بابر کا خاص دوست بھی جو بابر کے اشارہ پر چلتا تھا ہندوستان کے مزید قیام کو ناپسند کرتا تھا بابر نے یہ حالت دیکھ کر ایک مجلس شوریٰ منعقد کی اور حاضرین کو مخاطب کر کے کہا۔

" جنگ میں کامیابی اور فتح اور مملکت پر قبضہ اس وقت تک ناممکن ہے جب تک کافی سامان جنگ نہ ہو اور اسی طرح کسی ملک پر حکومت و امارت اس وقت تک

ممکن نہیں جبتک ہمارا ملک مطمئن نہو اور ماتحت صوبجات اپنے اقتدار میں نہوں۔

ہم نے بہونچکی جدوجہد کے بعد لشکر جرار کو خطرہ میں ڈالکر خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم سے اپنے دشمن ابراہیم لودی کو شکست دی ہے اور اس کے ملک کے بہت سے صوبہ جات و علاقوں کو فتح کر کے اپنے قبضہ میں لائے ہیں۔

ایسی حالت میں کیا یہ مناسب ہے کہ ہم نے دور دراز سفر کی جو مصیبتیں برداشت کی ہیں سخت دشواریوں کا سامنا کیا ہے اپنی فوج کے سپاہیوں کی جانوں کی قربانیاں دی ہیں ان کو یوں ہی رائیگاں جانے دیا جائے اور فتوحات کے سلسلہ کو ختم کر کے ہم ہندوستان سے بھاگ جائیں ہم نے اس ملک میں جو شاندار کامیابیاں حاصل کی ہیں اور اپنی طاقت کی جو نمائش کی ہے وہ ہمیں مجبور کرتی ہے کہ ہم اپنے فتوحات کے سلسلہ کو جاری رکھیں اور یہاں سے مایوس ہو کر کابل واپس نہ جائیں اگرچہ یقین کے ساتھ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ آئندہ بھی ہم کو فتوحات حاصل ہونگے اور ہم اپنے دشمن پر کامیاب ہونگے لیکن اپنے مقاصد کو حاصل کرنے کے جو ذرائع ہمارے پاس ہیں ان سے ہم کو کام لینا چاہیئے ہمت کو بلند اور ارادوں کو مضبوط رکھنا چاہیئے۔

میرے جن دوستوں نے واپسی کی تجویز پیش کی ہے یہ تجویز اُن کی شان کے خلاف ہے ان کو اتنا بزدل نہیں بننا چاہیئے اس کے بعد میں یہ کہونگا کہ اس حالت میں بھی جو شخص ہندوستان میں ٹھہرنا نہ چاہے اور اپنے مقصد عالی کی اس کو پرواہ نہ ہو بے تکلف اپنے ملک کو واپس چلا جائے میں اسکو ہندوستان کے قیام پر مجبور نہ کرونگا۔

بابر کی اس دانشمندانہ تقریر نے سپاہیوں پر غیر معمولی اثر ڈالا انہوں نے واپسی کے ارادے کو ترک کر دیا اور پھر جنگی تدبیروں اور کاموں میں مصروف و منہمک ہوگئے یہانتک کہ انہوں نے پوری قوت سے دشمن کا مقابلہ کیا اور

اس کو شکست فاش دی۔

اس فتح کے بعد حسب وعدہ بابر نے ان سپاہیوں کو واپس جانے کی اجازت دیدی جو کابل جانے کے خواہش مند تھے ہمایوں اپنی بدخشی سپاہ کے ساتھ واپس روانہ ہوا اس کے ساتھ مہدی خواجہ بھی تھا ہمایوں کو اس کی ہمراہی اگرچہ ناگوار تھی لیکن بادل ناخواستہ اسنے اس کو اپنے ساتھ رکھا یہاں تک کہ سفر خیر و خوبی کیساتھ ختم ہوا اور یہ لوگ کابل پہنچ گئے مہدی خواجہ کا لڑکا چونکہ اٹاوہ میں حکمران تھا اسلئے وہ زیادہ عرصہ تک وطن میں قیام پذیر نہ رہا اور ۱۵۲۶ء میں پھر ہندوستان چلا آیا۔

ہمایوں رخصت کے دن پورے کرکے ۱۰ اپریل ۱۵۲۶ء کو پھر دہلی آگیا دہلی پہنچکر اسنے شاہی خزانہ کا روپیہ نکال لیا اور اپنے صرف میں لے آیا ہمایوں کا یہ فعل کسی طرح مناسب نہیں کہا جا سکتا اس کو اگر روپیہ کی ضرورت تھی تو وہ جائز طریقہ پر بھی حاصل کر سکتا تھا اس نے اس روپیہ کو بھی جو اس کو فتح کی خوشی میں انعام کے طور پر ملا تھا ضائع کر دیا اور شاہی خزانہ کا روپیہ بھی برباد کر دیا بابر ہمایوں سے غیر معمولی محبت رکھتا تھا اور وہ اکثر اسکی اس قسم کی حرکتوں سے چشم پوشی کر جاتا تھا اسکے ساتھ ہی وہ اسکو بیش قرار قیمتی قیمتی اشیاء بھی دیتا رہتا تھا چنانچہ مشہور ہے کہ گوالیار کی رانی نے اپنے خاندان کی عزت کو برقرار رکھنے کیلئے جو قیمتی ہیرا بابر کی نذر کیا تھا وہ بھی بابر نے ہمایوں ہی کو دیدیا تھا غالباً یہ ہیرا وہی مشہور کوہ نور ہے جس کا ذکر تاریخوں میں اکثر آتا ہے۔

شاہی خزانہ پر ہمایوں کی یہ دست درازی بابر کو بھی ناگوار گذری اور وہ ہمایوں کے اس فعل پر بہت ناراض ہوا چنانچہ بابر نے اپنی تزک میں ۱۵۲۶ء کے واقعات میں اس کا بھی ذکر کیا ہے اور ہمایوں کیلئے یہ بیان ایک ایسی سزا ہے جسکو وہ رہتی دنیا

تک پہنچنے ہو گا۔

جوانی کے عالم میں ہمایوں نے یہ حرکت وقوع میں آئی تھی ممکن ہے کہ اس قسم کے اور واقعات بھی وقوع میں آئے ہوں اور بابر نے اس کی ان حرکات پر اسکو کافی تنبیہ بھی کی ہو۔

ہمایوں کی ذاتی قابلیت اور حکومت کی اہلیت کا اندازہ اس قسم کی حرکات سے بخوبی ہو سکتا ہے واقعہ یہ ہے کہ باپ کے غیر معمولی لاڈ و پیار نے ہمایوں کو جری بنا دیا تھا بابر اسکی افسوسناک حرکات سے چشم پوشی کرتا تھا اور ہمیشہ اس کی ناگوار حرکات پر پردہ ڈال دیتا تھا اسلئے ہمایوں کو ان باتوں کی پرواہ نہ ہوتی تھی۔

ہمایوں کچھ عرصہ بعد دہلی سے بدخشاں چلا گیا اور ۹۳۳ھ کے موسم خزاں میں بابر کو یہ معلوم ہوا کہ ہمایوں بدستور اپنی لغویات میں مشغول ہے انہیں ایام میں ماہی بیگم کے بطن سے جسکے متعلق مورخین کا یہ بیان ہے کہ انکو شیر شاہ نے چونسہ میں قید کر لیا تھا ہمایوں کا پہلا لڑکا پیدا ہوا اسی کے ساتھ بابر کو یہ خبر بھی ملی کہ شہزادہ کامران کی شادی سلطان علی بیگ چک کی لڑکی سے ہو گئی ہے بابر نے ان خبروں کو خوشی کے ساتھ سنا اور تحائف روانہ کئے۔

بابر نے ہمایوں کے لڑکے الامان کے پیدا ہونے اور شہزادہ کامران کی شادی پر جو خط ہمایوں کو لکھا تھا وہ دیکھنے کے قابل ہے توزک میں اس خط کا ذکر پایا جاتا ہے یہ خط بظاہر محبت نامہ ہے لیکن اسمیں تابلقدر ہدایات بھی ہیں ہم اس کے اقتباسات اس موقعہ پر درج کرتے ہیں ہمایوں کو مخاطب کر کے بابر اس خط میں کہتا ہے۔

"بچہ کا نام الامان قابل اعتراض ہے اس سے عمل اور کوشش میں تنگی کے مفہوم کا اظہار ہوتا ہے کامیاب وہی شخص ہے جو کوشش اور جدوجہد کرتا رہتا ہے

تم نے اپنے خط میں بدخشاں سے دوری کا جو عذر پیش کیا ہے وہ قابل
سماعت ہے تم کو بتایا جاتا ہے کہ بادشاہی کی ذمہ داری سے بڑھ کر اور
کوئی ذمہ داری نہیں اور اس کے لئے عذر و معذرت بہت بری شئی ہے

تمہارے خط کی عبارت اور الفاظ قابل اعتراض ہیں واقعہ یہ ہے
کہ تم کو خط لکھنے کا کافی سلیقہ نہیں تم اپنی لیاقت کے اظہار میں
ایسے الفاظ استعمال کرتے ہو جو خط میں لکھنے مناسب نہیں ہیں اور
اسی وجہ سے تم اس فن میں ناکام رہتے ہو خط میں شاعرانہ لفاظی کی
ضرورت نہیں ہمیشہ صاف اور سادہ الفاظ میں خط لکھا کرو جس سے لکھنے والا
اور پڑھنے والا دونوں دماغی تکلیف سے محفوظ رہیں۔

اس خط میں بابر نے شہزادہ کامران کے متعلق چند الفاظ لکھے ہیں جنمیں
انہوں نے کامران کی لیاقت اور معاشرت کی تعریف کی ہے اور کسی قسم کا شبہ
ظاہر کئے بغیر اس پر شفقت و مہربانی کا اظہار کیا ہے اور خدا سے دعا کی ہے کہ کامران
ہمایوں کا معین و مددگار رہے آخر میں بابر نے اپنے تجربہ اور خیال کی بنا پر یہ بھی کہا
ہے کہ کامراں ہمایوں کی امداد و اعانت سے کبھی دریغ نہ کریگا اس خط میں بابر نے
ہمایوں کو یہ بھی ہدایت کی تھی کہ وہ خواجہ کلاں و کلاب کے سلطان میں ہمیشہ اپنا
خیر خواہ و دوست بنائے رکھے لیکن بابر کی ہدایت کے بموجب ہمایوں خواجہ کلاں
کے معاملہ میں ناکامی ہوئی بابر کے مرنے پر خواجہ کلاں نے ہمایوں کا ساتھ چھوڑ دیا
اور کامران سے جا ملا البتہ سلطان کولاب اس کا دوست و خیر خواہ بنا رہا۔

پانچویں فصل

بابر کے لڑکے

اور چونکہ بابر کے لڑکوں کا ذکر آچکا ہے اسلئے مناسب ہے کہ ہم اس موقع پر بابر کے تمام لڑکوں کا تذکرہ کردیں تاکہ بابر کے خاندان کے تمام حالات نظر کے سامنے رہیں

بابر کے تین لڑکے تھے سب سے بڑا بیٹا ہمایوں تھا جو بابر کے بعد اسکا جانشین ہوا اور جس سے بابر کو غیر معمولی محبت تھی لیکن اسکے اطوار کو وہ پسند نہ کرتا تھا۔

دوسرا لڑکا کامران تھا جس سے اگرچہ بابر کو اتنی محبت تو نہ تھی جتنی کہ ہمایوں کیساتھ تھی لیکن اسکے اخلاق و عادات، معاشرت اور ذاتی قابلیت کا وہ مداح تھا اور اپنے تجربہ کی بنا پر اس کا خیال تھا کہ ہمایوں کی کمزوریاں کامران کی اطاعت سے پردہ میں چھپی رہینگی اور کامران ہمایوں کی اعانت سے کبھی دریغ نہ کریگا۔

تیسرا لڑکا کامران کا حقیقی چھوٹا بھائی تھا جسکا نام تاریخوں میں عسکری بیان کیا گیا ہے جسکے لفظی معنی لشکر کے اندر پیدا ہونے کے ہیں بابر نے توزک میں اپنے اس لڑکے کی پیدائش کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے البتہ دوسرے ذرائع سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عسکری کی ولادت ۱۵۱۶ء (سنہ ۹۲۲) میں ہوئی یہ زمانہ بابر کی لشکری اور جنگی زندگی کا زمانہ تھا توزک میں اس کا ذکر سب سے پہلے اس موقع پر آتا ہے جبکہ جنگ پانی پت کے بعد بابر نے اسکو تحائف روانہ کئے ہیں اور اسکا درجہ ہندال کے برابر رکھا گیا ہے عسکری اور ہندال کی عمروں میں صرف دو سال کا فرق تھا۔

۱۵۲۶ء میں عسکری ملتان میں تھا لیکن اسکی تقرری کا ذکر توزک میں نہیں پایا جاتا غالباً توزک میں ۲ اپریل سے ۱۸ دسمبر تک کا جو خالی زمانہ ہے اور جسکے واقعات سے توزک کے صفحات خالی ہیں اسی خالی زمانہ میں غالباً عسکری کا تقرر ہوا تھا اسکے بعد عسکری آگرہ میں آگیا اور شاہی خاندان کیساتھ اپنے باپ کے پاس رہا ۲۲ دسمبر تک اسکا قیام آگرہ میں رہا اس زمانہ میں وہ فوجی لباس زیب تن کئے ہوئے مشرقی اضلاع کی جنگ کیلئے تیاریاں کر رہا تھا اور افسروں کی خاص مجلسیں اس مہم پر مشورہ کرنیکے لئے اسکی رہنمائی

میں منعقد ہوتی تھیں۔ کسقدر تعجب کی بات ہے کہ بارہ سال کی عمر کا لڑکا عسکری اور فوجی مہم میں صلاح و مشورہ کی رہنمائی یقیناً اسکو ابھی چند سال تک فنون جنگ حاصل کرنے کی ضرورت تھی لیکن جن مجھ کے باپ بارہ سال کی عمر میں بادشاہی کے فرائض انجام دیتے ہوں اور جنگ کی رہنمائی کی ہو اور ساری عمر جنگوں میں بسر ہوئی ہو اسکے بچہ میں ایسی قابلیت کا ہونا زیادہ حیرت کی بات نہیں ہے۔ ہمایوں نے گیارہ سال کی عمر میں بدخشاں کی حکومت کی اور پھر باپ کے ساتھ جنگوں میں حصہ لیا تھا۔

۴ دسمبر کو باپ نے عسکری کو غیر معمولی امتیازات مرحمت فرمائے یعنی مرصع خنجر کمر بند اور شاہی خلعت فاخرہ کیساتھ اسکو سپہ سالار اعظم کا منصب جلیل بھی بخشا گیا۔ نقارہ جنگ اسکو عطا ہوا اعلیٰ قسم کے گھوڑے دس ہاتھی اونٹ خچر ڈیرے اور باربرداری کا تمام سامان مرحمت ہوا۔ دربادشاہزادگی کے بعد دربار کی اجازت بھی عطا ہوئی اور شاہی دربار میں خاص مسند مرحمت فرمائی گئی عسکری کو ان عطیات ولوازمات میں گھوڑے بہت پسند آئے بارہ سال کی عمر تھی اسکو سواری کیلئے گھوڑے ہی پسند آنے چاہیئے تھے۔ لیکن باقیوں کے عطیہ کا اس کو کیا اثر ہوا ہوگا اور جب اسنے ان کو مثالوں کو دیکھا ہوگا تو کس قسم کے خیالات اس کے دل میں پیدا ہوئے ہونگے۔

عسکری ۱۴ دسمبر کو اپنے باپ سے جبکہ وہ سماں میں تھا رخصت ہوکر مشرق کی سمت روانہ ہوا اور جنگوں میں مصروف ہوگیا تو زک میں اگرچہ اسکی جنگوں کی تفصیلات پائی جاتی ہیں لیکن اس کی ذات خاص کے متعلق ایک حرف بھی نظر نہیں آتا اسکے بعد وہ کامران کا سایہ عاطفت بنا اور ہمایوں کیساتھ آخر تک وفاداری کی یہانتک کہ اس وفاداری میں اس نے تیموری خاندان کو اپنا دشمن بنالیا۔

چوتھا لڑکا ہندال تھا جس کا ذکر تاریخوں میں اور توزک میں تفصیل سے پایا جاتا ہے۔

بابر اپنے تمام بچوں کو اکثر تحائف روانہ کیا کرتا تھا ۱۵۲۹ء میں جو تحائف اُس نے بھیجے تھے اُن میں ہندال کے لئے ایک جڑاؤ قلمدان، سیپ کی ایک جڑاؤ کرسی اور ایک خلعت بھی تھا دس برس کے بچے کیلئے اس سے بڑھ کر اور کیا تحفہ ہو سکتا ہے۔

چھٹی فصل

شاہی خاندان کی خواتین کی ہندوستان میں آمد

۱۵۲۹ء میں بابر کا یہ حکم کابل پہنچا کہ شاہی خاندان کی خواتین فوراً کابل سے روانہ ہو کر دہلی پہنچیں اس حکم کے پہنچنے پر باہمی مشورہ ہوا کہ کیا کیا جائے بعض لوگ اسے آمادہ تھے کہ دہلی جانا چاہئے اور بعض اپنی ذاتی دلچسپیوں کے سبب کابل ہی میں رہنا پسند کرتے تھے۔ چھ یہ بات معرض بحث میں آئی کہ آیا کابل کو بالکل چھوڑ دیں جائے اور بہانے بالکل روانہ ہو جائیں یا دور دراز مسافت و صعوبات سفر کو پیش نظر رکھتے ہوئے کوئی دوسرا طریقہ اختیار کیا جائے اس بحث و مشورہ میں کافی وقت صرف ہو گیا اور روانگی میں دیر ہو گئی۔

بابر نے جو حکم کابل بھیجا تھا وہ مختلف فرقوں کے نام تھا جس میں لکھا تھا کہ اپنے تمام سامان خانہ داری کیساتھ وہ دہلی آئیں بابر کا مقصد یہ تھا کہ خاندان کے تمام افراد اس کے ساتھ ہندوستان میں رہیں اور وہ ان کے درمیان مسرت بخش زندگی بسر کرے۔

کابل میں شاہی خاندان سے جو خواتین متوسل تھیں اُنکی تعداد بہت زیادہ تھی انمیں سے بعض سے مادری رشتہ تھا اور بعض سے سسرالی اور یہ سب تیموری خاندان کی شاخوں سے وابستہ تھیں باہم ان میں مقاصد کا اختلاف بھی تھا اور ان میں سے اکثر بھران دنوں کی حکومت سے جو کابل میں حکمران تھے ناراض یا ناخوش تھیں۔

خواجہ کلاں نے بابر کو ایک خط لکھا تھا جو ۲۰ فروری ۱۵۲۹ء کو بابر کے لشکر گاہ میں پہنچا اس خط میں کابل کے تمام امورات ملکی کے متعلق حالات درج تھے اور آخر میں لکھا تھا کہ نامہ بر کابل کے تمام حالات سے آپکو آگاہ کریگا بابر نے ۲۱ فروری ۱۵۲۹ء کو اس خط کا جواب لکھا جس میں تحریر تھا۔

یہ اور رحم کابل کی غیر مطمئن وغیر منتظم حالت کو دیکھتے رہو اور اس جانب پوری توجہ رکھو۔ میں کافی غور وتامل کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جس ملک میں سات آٹھ شخص حکمراں ہوں اور مختلف اشخاص کے ہاتھوں میں جسکا انتظام ہو وہاں کا کوئی انتظام درست نہیں رہ سکتا ایسی حالت میں مناسب یہی ہے کہ میں اپنی بہنوں اور اپنے خاندان کی خواتین کو ہندوستان بلالوں اور پھر کابل کے تمام اطراف وجوانب اور مملکت کے اضلاع کا انتظام ہمایوں اور کامراں کے حوالہ کر دوں چنانچہ اُسکے متعلق میں نے ہدایات جاری کردی ہیں۔ تم اس خط کو دیکھتے ہی میری بہنوں اور خاندان شاہی کی خواتین کے پاس جاؤ اور انکو اطلاع دو کہ وہ ایک ہفتہ کے اندر اندر کابل سے اپنی روانگی کا انتظام کرلیں اور فوراً روانہ ہو جائیں میں نے انکو لانے کیلئے ہندوستانی لشکر بھیجدیا ہے وہ سرحد پر انکا انتظار کریگا اگر وہ روانگی میں تاخیر کریں گی تو سخت دشواریاں پیش آئیں گی اور ملک کا بھی نقصان ہوگا۔

بابر نے اپنے خط میں جن سات آٹھ حکمرانوں کا ذکر کیا ہے وہ کون تھے وہ کوئی معمولی آدمی نہ تھے ہندوستان کی سیاہ کے پہنچے ہوئے سردار تھے اور مہدی خواجہ بھی اس خط کے پہنچنے سے پہلے انہیں اکرشامل ہوگیا تھا۔ بابر نے

اس خط میں اپنی بہنوں کا ذکر بھی کیا ہے۔ یہ ایک لطیف اشارہ ہے اس جانب کہ اگرچہ ان کے مرد ہندوستان میں لیکن کابل میں ان کا اثر ہو تو ان کے توسل سے ضرور پایا جا سکتا ہے اور مخالفت کی فضا پیدا ہو رہی ہے۔ بابر کی بہنوں میں ایک تو خانزادہ تھی جس کا شوہر مہدی خواجہ تھا جو اسوقت کابل میں موجود تھا اور خانزادہ کو اس سے بڑی تقویت تھی پھر وہ خود بھی معقول اثر و اقتدار رکھتی تھی اور بابر بھی اسکا معقول اثر تھا اس نے ایکمرتبہ اپنی شادی سے پہلے بابر کیساتھ ایسی ہمدردی ظاہر کی تھی جسکی مثال مشکل سے ملسکتی ہے۔ بابر سخت بیمار تھا اور اسکی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے اس حالت میں خانزادہ نے اپنی زندگی کو بھائی پر نثار کرنے کا ارادہ کر لیا تھا اور وہ اسپر بالکل تیار ہو گئی تھی۔

طبقات میں لکھا ہے کہ خانزادہ کا شوہر مہدی خواجہ تو زبردست شخصیت کا مالک تھا جس کو بابر جیسا طاقتور اور ہوشمند بادشاہ کا جانشین تجویز کیا گیا تھا یہ اکثر بابر کیساتھ رہا ہے۔ بابر کی دوسری بہن شہر بانو تھی جو خانزادہ کی سوتیلی بہن اصل میں بابر کے بھائی جنید برلاس کی بیوی تھی اسکا ایک لڑکا بھی تھا اور غالباً عمر شیخ کی ایک لڑکی یادگار بھی انہیں دنوں کابل میں تھی۔ بابر کی حقیقی بہنوں کے علاوہ چند منہ بولی بہنیں بھی تھیں جن میں سے ایک سلیمہ کی ماں تھی اس کی آرزو تھی کہ بدخشاں کی موروثی سلطنت جلد بابر کو ملجائے تاکہ اسکا نصیب کھل جائے اسکے علاوہ تین اور منہ بولی بہنیں تھیں جو تیموری خاندان کے مشہور شخص سلطان حسین مرزا کے تین پوتوں کی بیویاں تھیں ان کے نام محمد سلطان مرزا، قاسم حسین سلطان مرزا، محمد سلطان مرزا ہیں۔

عہ خاندان شاہی کی اور بھی کئی بیگمیں تھیں جو اسوقت کابل میں موجود تھیں ان میں سے ایک کا نام مہربانو ہے جو اولوغ بیگ سلطان کے حرم میں داخل تھی اور دوسری رقیہ بھی ایک ازبک کی بیوی تھی رقیہ کا انتقال شادی کے کچھ عرصہ بعد ہو چکا تھا۔ بابر نے لکھا ہے کہ جس زمانہ میں میں اپنے روزنامچے میں اپنے اجداد کا نسب نامہ لکھ رہا تھا اسی زمانہ میں رقیہ کا انتقال ہوا ہے یہ غالباً ۹۳۶ھ کا واقعہ ہے۔ مؤلف

چنانچہ ہندوستان میں تھے اور جلیل القدر مناصب پر سرفراز تھے

ظاہر ہے کہ کابل میں اس قسم کی شاہی خواتین کا اثر و اقتدار کیا ہوگا اور ان کے اختلافات سے ملک کے انتظام میں کیا کیا خرابیاں رونما ہوتی ہوں گی پھر بابر کے سوتیلے بھتیجے یادگار ناصر کا خاندان بھی کابل ہی میں تھا اور بابر کی بیویاں بھی موجود تھیں ان تمام مفاسد اور مناقشات کو ملحوظ رکھتے ہوئے جو ان خواتین کی موجودگی سے کابل میں رونما ہونے ضروری تھے بابر نے مناسب سمجھا کہ ان کو ہندوستان بلالے اور اپنی نگرانی میں رکھے۔

تیموری خاندان کی دو خواتین فخر جہاں اور خدیجہ بابر کی پھپھیاں تھیں اور ۱۵۲۸ء میں ہندوستان چلی آئی تھیں فخر جہاں ایک ترمذی سید کی بیوی تھی یہ شخص علماء کے خاندان سے تھا اور اس کا خاندان شاہی دربار میں خاص تعلق رکھتا تھا خود ترمذی بابر کے لشکر میں ملازم تھا خدیجہ کے شوہر کا ذکر تزک میں نہیں ہے نہ گلبدن بیگم نے اس کا کوئی ذکر کیا ہے۔

محرم ۹۳۵ھ میں بابر نے اپنی ان پھپھیوں اور بعض دوسرے رشتہ داروں اور ملازموں کو اس لیے ہندوستان بلا لیا ہو کہ وہ اس کے اثر و اقتدار کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور اس کی قسمت کی یاوری مشاہدہ کریں فخر جہاں اور خدیجہ اپنے بچوں کو لیے ہوئے ہندوستان آگئی تھیں ۲۴ نومبر کو جب یہ بابر کے لشکر میں پہنچیں تو بابر نے شہر سے کچھ دور ان کا استقبال کیا اور ساعت سعید میں انکو لیجا کر اس محل میں ٹھہرایا جو آگرہ میں ان کے لئے مخصوص کر دیا گیا تھا فخر جہاں اور خدیجہ گیارہ مہینے ہندوستان میں رہیں اور اس سے پہلے کہ یہ خود کابل واپس جانے کی خواہش ظاہر کریں ۲۰ ستمبر ۱۵۲۹ء کو بابر نے فخر جہاں کو تو کابل روانہ کر دیا اور خدیجہ کو ایک ہفتہ کے بعد رخصت کیا گیا کیونکہ چند معاملات ایسے تھے جن میں خدیجہ سے خاص طور پر گفتگو کرنی تھی

بابر نے ہندوستان فتح کرنے کے بعد یہ قاعدہ مقرر کر لیا تھا کہ جمعہ کی نماز پڑھ کر اپنے خاص کاموں کو شروع کیا کرتا تھا چنانچہ اُس نے دوسرے جمعہ کی نماز پڑھ کر خدیجہ کو کابل روانہ کر دیا۔

۱۷ اکتوبر کو شہزادیاں و خدیجہ کی ہمیں مضافات کابل میں داخل ہوئیں اور ان کا شاہانہ استقبال کیا گیا۔ بابر اپنی انہیں بہنوں کے ذریعہ کابل کے حالات معلوم کیا کرتا تھا اور جو خبریں ان کے توسل سے اسکو ملتی تھیں انہیں کے موافق احکام جاری کرتا تھا چنانچہ خواتین شاہی کی طلبی بھی اسی طریقہ عمل میں آئی تھی:۔

بابر کے روزنامچہ میں ان بیبیوں کا ذکر اکثر آتا ہے یہ جب ان کا ذکر کرتا ہے تو انکی عمر و مرتبہ کے لحاظ سے انکو خاص القاب سے یاد کرتا ہے صرف یہی نہیں بلکہ بابر ان کو خاندان کا سرپرست خیال کرتا اور ان کے تمام مصارف مہیا کرتا ہے اسلئے مہمات میں صلاح و مشورہ لیتا اور ان کی نصیحت پر عمل کرتا ہے بابر اپنے مصائب و تکالیف کا بھی ان سے ذکر کرتا اور انکی ہمدردی حاصل کرتا ہے ان کی آؤ بھگت اور تعظیم و تکریم کو دیکھکر دوسرے لوگ بھی ان کی غیر معمولی عزت کرتے ہیں۔

کابل سے خواتین کی روانگی کا ذکر بابر نے تفصیل سے کیا ہے اور گلبدن بیگم نے بھی تشریح کے ساتھ اس واقعہ کو لکھا ہے گلبدن کی عمر اسوقت پانچ چھ سال کی تھی اور اس منظر کو اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

۲۱ جنوری ۱۵۲۹ء کو بابر نے سنا کہ خواتین کابل سے روانہ ہو گئیں ہیں ہمایوں کی والدہ ماہم جنوری ۱۵۲۹ء میں سب سے پہلے روانہ ہو چکی تھی یہ ایک خاص دستہ کی حفاظت میں آئی تھی اور سواروں کا یہ دستہ بہت تھوڑے آدمیوں پر مشتمل تھا اس دستے نے مسافت کو تیزی سے طے کیا اور یہ بہت جلد آگرہ پہنچ گیا بقیہ خواتین ابھی تک قافلے کے ساتھ یکے بعد دیگرے کابل سے روانہ ہو کر آگرہ پہنچیں۔ کابل سے خواتین کی روانگی

جنوری سے آخر فروری ۱۵۲۹ء تک ہو گئی ہوگی اور انکے قافلے ۲۲ مارچ تک آگرہ پہنچ گئے ہوں گے اور یہ سفر عموماً گھوڑوں پر ہوا ہوگا مگر ممکن ہے کہ بعض خواتین نے پالکیوں کے ذریعہ اس سفر کو طے کیا ہو۔ اس سفر کیلئے جو راستہ اختیار کیا گیا ہوگا وہ تنغاک کا راستہ ہوگا جو جگدلک سے گزرتا ہوا جلال آباد اور خیبر تک پہنچتا ہے لیکن یہ قیاس ہی قیاس ہے کسی معتبر ذریعہ سے اس سفر کے راستہ کا حال معلوم نہیں ہو سکا۔ گلبدن بیگم نے یہ سفر ماہم کے ساتھ طے کیا تھا اور اس کی بہنیں دوسرے قافلوں کے ساتھ آئی تھیں آگرہ میں جس شان سے ماہم کا استقبال ہوا تھا گلبدن بیگم نے اسکو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوگا اور عزت و احترام کے اس منظر نے اسکی اذیت و تکلیف کے احساس کو بھلا دیا ہوگا جو اس نے اس طویل مسافت میں برداشت کی ہوگی۔ گلبدن بیگم نے کابل سے روانگی اور آگرہ میں پہنچنے کے تمام حالات تفصیل سے لکھے ہیں لیکن سفر کے حالات کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔

خواتین کی کابل سے روانگی کے بعد آگرہ پہنچنے تک بابر اور ان کے درمیان خط و کتابت کا سلسلہ برابر جاری رہا انہی دنوں میں بابر نے شیر بیگ نامی ایک نامہ بر کے ہاتھ ماہم کو ایک خط اور تزک کا ایک نسخہ بھی بھیجا تھا تزک کا یہ نسخہ اصل میں سمرقند بھیجنے کیلئے لکھا گیا تھا لیکن ماہم سے خاص محبت ہونے کے سبب اسکو بھیج دیا گیا۔

گلبدن نے اپنے آگرہ پہنچنے کے واقعات نہایت دلچسپ انداز میں لکھے ہیں چونکہ وہ اسکی کتاب میں موجود ہیں اسلئے یہاں انکے اندراج کی ضرورت نہیں ہے

جس روز گلبدن اور ماہم آگرہ پہنچی ہیں تو اس روز گلبدن کو باپ کے حضور میں پیش نہیں کیا گیا دوسرے روز گلبدن اپنے باپ کے حضور میں حاضر ہوئی [illegible]

عہ [illegible] لیکن [illegible] لکھے ہوئے ہیں لیکن تاریخوں سے پتہ چلتا ہے کہ [illegible] بہت قدیم نسخہ [illegible] پایا جاتا ہے [illegible]

دھندلا سا خاکہ اس کے دماغ میں محفوظ ہو وہ کہتی ہے کہ بابر کی شخصیت کا رعب اسپر غالب ہو گیا تھا وہ انتہا درجہ کی خوف زدہ تھی اور جو واقعات پیش آئے وہ ان کو محفوظ نہ رکھ سکی بھی ممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے اس ملاقات کا ذکر تفصیل سے نہیں لکھا ہے۔

چند روز میں گلبدن بیگم کا خوف زائل ہو گیا اور وہ باپ کے حضور میں خوش و خرم رہنے لگی وہ اب انتہا درجہ کی خوشی محسوس کرتی تھی اور بابر بھی اسکو دیکھکر خوش ہوتا تھا جس باپ کو خداوند تعالی نے ایسی ذہین سمجھدار اور قابل لڑکی عطا کی ہو وہ کیونکر اس کو دیکھ کر خوش نہ ہو گلبدن کی ذاتی قابلیت کا اندازہ اس کی کتاب ہی سے نہیں ہوتا بلکہ ان واقعات سے بھی ہوتا ہے جو بچپن میں پیش آتے رہے انہیں بچپن کے جذبات اور شوخی کے ساتھ متانت و سنجیدگی بھی تھی اور وہ واقعات کی رفتار سے نتائج کے استخراج کا خاص ملکہ رکھتی تھی پھر جب وہ سن شعور کو پہنچی تو اس نے اپنی خدا داد قابلیت سے کام لیا اور باوجود تصنیف و تالیف کے عادی نہ ہونے کے اس کے قلم سے وہ خوشنما پھول۔ اعلیٰ خیالات اور پاکیزہ جذبات نمایاں ہوئے جن کی ہرگز توقع نہ تھی وہ ہر حال میں مستقل مزاج رہتی تھی مصائب و مشکلات میں پریشان نہ ہوتی تھی اور تمام تکالیف کو صبر و شکر کے ساتھ برداشت کرتی تھی۔

بابر اور گلبدن بیگم آگرہ پہنچنے کے بعد عیش و عشرت کیساتھ زندگی بسر کرنے لگیں ان کی زندگی کے یہ ایام نہایت مسرت بخش تھے بابر ان کو دھولپور اور سیکری لیجاتا اور وہاں کی شاہی عمارتوں اور پُر لطف مناظر کی سیر کراتا بابر کو تعمیرات کا غیر معمولی شوق تھا اور بہترین مناظر سے خاص دلچسپی رکھتا تھا وہ آگرہ کے خشک علاقے سے ناخوش تھا وہاں کے اطراف کے بدصورت اور بھدے مناظر سے اسکو اذیت ہوتی تھی چند روز میں اُس نے آگرہ کے مناظر کو یکسر تبدیل کر دیا اور ایک ایسی حسین اور

خوبصورت جگہ بنا دیا جس کی تعریف نہیں ہو سکتی۔ اس زمانہ میں تاج گنج موجود نہ تھا اور سکندرہ اور سیکری کی عمارات کا وجود بھی نہ تھا لیکن پھر بھی اس نے وہاں ایسی عالیشان عمارات اور خوبصورت مناظر تیار کئے تھے کہ آگرہ کا خشک علاقہ دلہن بن گیا تھا۔

دھولپور اور سیکری میں جو عمارات بابر نے تیار کرائی تھیں ان کا ذکر گلبدن بیگم نے کیا ہے وہ کہتی ہے کہ شاہ بابر نے سیکری میں دوسری شاندار عمارات کے علاوہ ایک خاص عمارت تیار کرائی تھی جس میں شاہ بابر تشریف رکھتے اور اپنی کتاب تزک لکھا کرتے تھے اس مقام پر ۱۵۲۷ء میں ایک جنگ بھی ہوئی تھی جو خانوہ کی جنگ کہلاتی ہے اس جنگ کے واقعات سے کان اس قدر آشنا ہیں کہ انکو کبھی بھلایا نہیں جا سکتا غالباً اسی جنگ کی بدولت بابر کو شاہ غازی کا خطاب ملا تھا یہ جنگ اس نے خلوص نیت کیساتھ فی سبیل اللہ کی تھی۔ گلبدن بیگم سلسلہ واقعات میں لکھتی ہے کہ "ان جنگوں کے بعد ہم آگرہ پہنچے ہم دوسری خواتین کا قافلہ خانوہ کی سرائے میں آگرہ کے قریب پہنچا شاہنشاہ نے اسکا استقبال کیا لیکن تزک میں اس قافلہ کی آمد کا کوئی ذکر نہیں ہے ممکن ہے کہ یہ فروگذاشت اس بنا پر ہو کہ بابر کے لئے یہ زمانہ انتہائی پریشانی و انتشار کا زمانہ تھا۔

ساتویں فصل

ہمایوں کی عمارات

موسم گرما ۹۳۶ھ میں ہمایوں نے بدخشاں میں سنا کہ اس کا باپ بابر بیمار ہو یہ خبر سنتے ہی وہ باپ سے اجازت اور رخصت لئے بغیر بدخشاں سے ہندوستان کی طرف روانہ ہوگیا کابل پہنچنے پر اس کی ملاقات کامران سے ہوئی جو ابھی ابھی غزنی

[illegible]

سے آیا تھا دونوں نے مشورہ کیا اور باہمی قرارداد کے بعد ہندال کو جس کی عمر اسوقت دس سال کی تھی یہ ترغیب دی کہ وہ بدخشان کی باگ اپنے ہاتھ میں لے لے۔

کابل سے روانہ ہو کر ہمایوں ٹھیک اسوقت آگرہ پہنچا جبکہ ماہم بابر کو ہمایوں کے متعلق شکایات سنا رہی تھی ماہم کو ہمایوں کے آنے کی یقیناً خبر ہوگی اور وہ آگرہ میں اسکے لئے بابر کو ہموار کر رہی ہوگی۔

بابر ہمایوں کے اس طرح یکایک چلے آنے اور بدخشاں کے تخت کو چھوڑ دینے پر سخت ناراض ہوا بابر کے خیال میں بدخشاں کو اس طرح چھوڑ دینا سخت خطرات کا موجب تھا وہ جانتا تھا کہ اگر اس حالت میں پہاڑوں کے اوپر سے کوئی الیا اور بدخشاں کے تخت کو خالی پا کر اسکے علاقہ پر قابض ہوگیا تو پھر کچھ بنائے نہ بنے گی کامران اور ہمایوں دونوں کی سمجھ میں یہ بات آ گئی اور بابر کے خطرات درست ثابت ہوئے۔

بابر نے چند روز بعد ہمایوں کو مشورہ دیا کہ وہ بدخشاں چلا جائے ہمایوں نے جواب میں ظاہر کیا کہ اگر عالیجاہ کا حکم ہوگا تو مجھے بدخشاں جانے میں کوئی عذر نہیں ہوگا۔ ہمایوں اصل میں بہانے کر رہا تھا اور آگرہ سے باہر جانا نہ چاہتا تھا بابر نے جب ہمایوں کے منشا کو دریافت کر لیا تو خلیفہ کو بدخشاں چلے جانے کی ہدایت کی لیکن خلیفہ نے بھی اسکی پروا نہ کی خلیفہ نے یہ سمجھا کہ اس میں بابر کی کوئی چال ہے اور وہ اس کو واسطے بدخشاں بھیجنا چاہتا ہے کہ اس کا کہ دہر اسب تخا کہیں ملی جائے

خلیفہ نے جب اپنا عذر بابر کے حضور میں پیش کیا تو بابر نے اس محبت و مروت کی بنا پر جو اسکو خلیفہ سے تھی اور قدرت نے خاص طور پر اسکو بخشی تھی اس عذر کو قبول کر لیا پھر یہی خیال کیا کہ ایسی حالت میں جبکہ وہ بیمار ہے خلیفہ کا آگرہ سے باہر چلا جانا کسی طرح مناسب نہیں ہے خلیفہ ایک باتدبیر اور عقلمند شخص تھا ممکن ہے کہ

بدخشاں نہ جائے کا جو عذر اس نے پیش کیا ہو اس میں اس کی کوئی سیاسی چال ہی ہو۔
مختصر یہ کہ نہ تو ہمایوں بدخشاں گیا اور نہ خلیفہ اور قدرت نے اس کا فیصلہ یہ کر دیا کہ بدخشاں اس کے حقیقی وارثوں کے ہاتھوں میں پہنچ گیا یعنی اس پر میران شاہی خاندان کے سلیمان مرزا نے قبضہ کر لیا اس کی عمر اس وقت صرف سولہ سال کی تھی
اس زمانہ میں ہمایوں جوانی کے غرور میں بھرا ہوا تھا وہ اپنی جاگیر سنبھل میں عیش و عشرت کے اندر منہمک تھا اس کو اس طرح زندگی بسر کرتے ہوئے تھوڑے ہی دن گذرے تھے کہ وہ بیمار ہوا اور اس بیماری نے خطرناک صورت اختیار کر لی۔

آٹھویں فصل

بابر کی وفات

ہمایوں کی بیماری نے جب طول کھینچا اور اس کی زندگی سے مایوسی ہو گئی تو بابر نے اپنے آپ کو ہمایوں کی جان کے عوض پیش کیا اور بیٹے پر اپنی جان قربان کرنے کے لئے آمادہ ہو گیا بابر کی اس قربانی کا ذکر تمام تاریخوں میں پایا جاتا ہے جس کا ذکر یہاں طوالت کا موجب ہوگا ہم یہاں گلبدن کے الفاظ میں صرف ان رسوم کا ذکر کرتے ہیں جو بابر نے اس سلسلہ میں ادا کی تھیں۔
گلبدن بیگم لکھتی ہے کہ یہ مشرق میں عام عقیدہ تھا اور اب بھی ہے کہ اگر اپنی سب سے قیمتی چیز کو مریض پر قربان کر دیا جائے اور منت مانی جائے اور یہ منت اور قربانی قبول ہو جائے تو مریض کو شفا ہو جاتی ہے اس قربانی سے قبل منت کی رسم بہت سادی تھی پہلے درگاہ رب العزت میں مریض کے شفا پانے کی دعا کی جاتی تھی پھر نماز پڑھ کر مریض کے گرد تین مرتبہ طواف کیا جاتا تھا۔
بابر کے خلوص و محبت کو دیکھتے ہوئے اس امر کا فیصلہ آسانی سے کیا جا سکتا ہے کہ اس نے اپنے ایک بیٹے کی جان کے عوض خداوند تعالیٰ کے حضور میں پیش

کر دیا تھا اس دعا اور نذر کے بعد تین مرتبہ طواف بیٹے کے گرد طواف کیا اور اس کے
مرض کو اپنے اوپر لے لیا چنانچہ اس قسم کی دلبستگی کے بعد ہمایوں تو اچھا ہو گیا اور بابر
نے چند روز بیمار رہ کر وفات پائی۔ ہمایوں موت کے دروازہ کے پاس سے واپس آ گیا
اور ہمایوں کے عوض بابر اس دروازہ میں داخل ہو گیا لیکن بابر کی یہ قربانی کامل
قربانی نہ تھی وہ خود بھی عرصہ سے بیمار تھا قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھا تھا اور اپنی موت
کا کامل یقین اسکو ہو گیا تھا۔

اس واقعہ کے بعد بابر کی حالت روز بروز خراب ہوتی چلی گئی اس نے فوراً اپنی
لڑکیوں گلبدن بیگم اور گل چہرہ کی شادیوں کا انتظام کیا امراء سے اس امر میں مشورہ
لیا گیا اور ہمایوں سے دریافت کیا گیا پھر بابر نے ہمایوں کو اپنا جانشین مقرر کیا
اور اس کی رسمیں ادا کی گئیں اور ۲۶۔ دسمبر ۱۵۳۰ء کو اس نے داعی اجل کو لبیک کہا
گلبدن بیگم لکھتی ہے کہ شاہ بابا کی وفات سے دن تیرہ و تار ہو گیا اور ہم سب نے
اس قیامت خیز دن کو گوشوں میں چھپکر غم و الم میں گذارا۔

خلیفہ نے ہمایوں کو تخت و تاج سے محروم رکھنے کیلئے جو سازشیں اور کار
روائیاں کی تھیں وہ نہایت دلچسپ ہیں وہ چاہتا تھا کہ ہمایوں کے بجائے محمد
مہدی خواجہ خانزادہ بیگم کو تخت و تاج دیا جائے۔

نظام الدین مصنف طبقات نے اس واقعہ کے متعلق بہت سی باتیں لکھی
ہیں جن میں سے چند باتوں کا ذکر یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے وہ کہتا ہے کہ

"بابر کو عرصہ سے اس امر کا احساس ہو گیا کہ جس قوت سے میں نے
ہندوستان کو فتح کیا ہے اور ہندوستان کی ناموافق آب و ہوا کا
مقابلہ کر کے اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل کی ہے مسلسل علالت
کے سبب اب میرے جسم میں وہ طاقت باقی نہیں رہی ہے ایسی حالت میں

جانشین کا تقرر ضروری ہے اس نے نہ تو ہمایوں کو بدخشان سے بلایا تھا
اور نہ وہ یہ چاہتا تھا کہ ہمایوں ہندوستان میں قیام پذیر ہو سکے
پاس عسکری مرزا موجود تھا جو ہندوستان کی سپاہ کا ایک بااثر اور طاقتور
سپہ سالار تھا وہ جب زندگی کے آخری سانس گن رہا تھا تو اس کو اسکی بھی
آرزو تھی کہ وہ ہندال کو دیکھے اور اپنے پاس اسکو پائے۔ بابر اور خلیفہ
دونوں کو ہمایوں کے متعلق کافی تجربہ تھا اس کی کمزوریاں انکی نگاہوں میں
تھیں ایسی حالت میں اگر خلیفہ اس امر کا متمنی ہو کہ ہمایوں کو تخت و تاج
سے محروم کر دیا جائے تو کچھ بیجا نہ تھا اور بابر بھی اسکے ارادہ سے واقف ہو گا
پھر خلیفہ کی یہ تمنا بھی بابر کے خیالات پر مبنی ہوگی اور اسکو اس کا علم ہو گا
کہ بابر بھی ہمایوں کے خلاف ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو خلیفہ کو ہرگز اس دخل در
معقولات کی جرات نہ ہوتی اور وہ اپنی دوستانہ وفاداری کو کبھی خطرہ میں نہ
ڈالتا بہر حال بابر اور خلیفہ دونوں ایک دوسرے کے خیالات سے آگاہ تھے
اور اس کا علم بھی دونوں کو تھا کہ بابر بھی ہمایوں کے خلاف رائے رکھتے ہیں

محمد مہدی خواجہ ان لوگوں میں سے ہے جس کی پیدائش اور نسب
کا کسی کو صحیح علم نہیں بابر اور گلبدن اس معاملہ میں بالکل خاموش ہیں۔
ممکن ہے کہ فروگذاشت اسلئے ہوئی ہو کہ بابر جیسے پہلے مغل خواجہ سے ملا ہے
وہ وہ زمانہ ہے جس کے واقعات بابر نے نہیں لکھے ہیں۔

نظام الدین کے بیانات میں یہ امر بالکل صداقت پر مبنی ہے کہ خواجہ کے حسب
ونسب کا صحیح پتہ نہیں وہ کہتا ہے کہ مہدی وہ شخص ہے جس نے بابر کی کوشش سے
خاص درجہ حاصل کر لیا تھا اور جو بڑے مناصب پر پہونچ گیا تھا تاریخ سے اور دلائل سے اتنا
پتہ چلتا ہے کہ خواجہ باپ کی طرف سے ترمذی سید تھا اور ماں کی طرف سے تیموری النسل

پہلے کے اعتبار سے اسکے ترمذی ہونیکا ایک اور ثبوت یہ بھی ہے کہ مہدی خواجہ زاد بیگم کی تربیں جملہ پائی جاتی ہیں وہیں ابوالمعالی ترمذی کا بھی مزار ہے

میرا خیال ہے کہ ہمایوں کو تخت و تاج سے محروم رکھنے کا جو ارادہ کیا گیا تھا وہ صرف ہندوستان کے تخت و تاج سے تعلق رکھتا ہوگا یا بابر کے وسیع مقبوضات میں سے صرف ایک حصے کا اور یہ خیال ہوگا کہ جس طرح ابو سعید بابر کے دادا نے اپنے مقبوضات کو اپنے لڑکوں میں تقسیم کر دیا ہوگا اسی طرح بابر اپنے ملک کو تقسیم کر دے گا۔

خیال کیا جاتا ہے کہ بابر کا ارادہ یہ تھا کہ ہندوکش کے اس طرف وہ سیلنے اگنس کے اس پار ہمایوں کا عمل دخل رہے اگر ہمایوں بابر کے حکم کے مطابق بدخشان چلا جاتا تو یقیناً اس تجویز پر عمل کیا جاتا لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر ہندوستان کس کے سپرد کیا جاتا اس کے متعلق کہیں کوئی اشارہ نہیں پایا جاتا۔

واقعہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمایوں کو تخت و تاج سے محروم رکھنے کی حکایت میں نہایت اختصار سے کام لیا گیا ہے کامران کا بیان ہے کہ کابل اسکی ماں گلرخ بیگم کو دیا گیا تھا اور ہمایوں نے بھی اپنی تخت نشینی کے بعد کامران کی جنگی خدمات کے صلہ میں کابل بطور جاگیر کے اس کو عطا کر دیا تھا لیکن اس منظر پر ایسی تاریک گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں کہ اصل حقیقت نظر نہیں آتی۔

جب ہمایوں بدخشاں کی حکومت چھوڑ کر ہندوستان آیا اس کی ماں ماہم بیگم موجود تھی اور اسکے سامنے کسی کی نہ چلی مہدی خواجہ کو وارث تخت و تاج بنانے کے منصوبے خاک میں مل گئے اور خلیفہ کی تمام کوششیں رائیگاں گئیں پھر ہمایوں جب خود بابر کے حضور میں حاضر ہوا ہے تو اس کا سارا غصہ فرو ہو گیا اور آخر وہی ہندوستان کے سارے مقبوضات کا شہنشاہ بنا۔

بابر کی وفات کے وقت گلبدن کی عمر زیادہ نہ تھی جو واقعات اس وقت اس کے سامنے گذرے تھے اُن کا اثر اُس پر ضرور رہا ہو گا۔ سگے بھائی الور کا انا بیگری میں جو گلبدن پر جو حادثہ ہوا تھا اس سے متاثر ہونا۔ بابر کی تین بیٹیاں اور درویشانہ طریقہ اختیار کرنا ہمایوں کا دفعتہ بدخشاں سے آنا اور اسکے خطرات۔ ہمایوں کی خطرناک علالت۔ اسکی زندگی کی تنا میں باپ کا رسوم کرنا اور منتیں ماننا۔ اس منت کے پورے ہونے کا خوفناک نتیجہ۔ بابر کی وفات۔ یہ تمام وہ اہم واقعات ہیں جنکو گلبدن بیگم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اُن سے نتائج حاصل کئے ہونگے۔

بابر کی وفات کے بعد چالیس روز تک سوگ منایا گیا اور آگرہ کے آرام باغ میں جہاں بابر کو دفن کیا گیا تھا چڑھاوے چڑھتے رہے مخلوق فاتحہ کو برابر آتی رہی اور روشنی کا سلسلہ جاری رہا اور قرآن خواں قرآن پڑھتے رہے۔

ماہم نے اپنی جیب خاص سے کافی خیرات کی اور حافظوں اور ناظرہ خوانوں کو دونوں وقت کھانا کھلایا گیا جو ایک شخص کی نگرانی میں جس کا نام گلبدن بیگم نے محمد علی عسس بتلایا ہے بابر کا مقبرہ تیار کرایا یہ غالباً ماہم کا بھائی ہوگا اگر حقیقت میں یہ وہی شخص ہے تو پھر اس کا ذکر ۱۵۴۳ء میں اُن واقعات کے سلسلہ میں آئے گا جو بابر کے جسم کو آگرہ کے مدفن سے منتقل کر کے کابل لیجایا گیا تھا اور وہاں اسکے پسندیدہ مقام پر دفن کیا گیا تھا۔

دوسرا باب

عہد ہمایوں

پہلی فصل

ہمایوں کے مصائب

بابر کے تاریخی حالات اس قدر دلچسپ و دلکش ہیں کہ اس کے کمالات کو دیکھتے ہوئے اس کے محاسن کے مقابلہ میں عیوب پر نظر ہی نہیں جاتی لیکن ہمایوں کی زندگی میں یہ بات نہیں پائی جاتی بابر ہو یا اس کی زندگی کے واقعات بھی عجیب و غریب ہیں اور انکو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

بابر کے بعد شاہی خاندان کی خواتین پر کیا گذری اس کی کیفیت معلوم کرنے کیلئے ضروری ہے کہ ہم ہمایوں کے آخذ پر بحث کریں واقعہ ہے کہ ہندوستان پر ہمایوں کا اقتدار و تصرف بالکل غیر سیاسی تھا اس کا قبضہ لشکر اور جنگوں پر منحصر تھا حتیٰ کہ ۱۵۳۹ء میں جب ہندوستان کے اندر تیموریوں کو شکست ہوئی اور آگرہ۔ دہلی۔ لاہور سے یہ بھگا دیے گئے تو ان کے کسی فرد کیلئے جائے پناہ نہ تھی ان کا سردار ہمایوں بے یار و مددگار تھا صرف اس کا ایک بھائی تھا جو آخری وقت میں اس کا مددگار بن گیا تھا۔

ہمایوں ان ایام میں اسرائیلیوں کی طرح بھوکا پیاسا مارا مارا پھرتا تھا وہ اپنے لئے مقامات کو تلاش کرتا رہتا جہاں رہتا تھا وہ اپنے لشکریوں کی مدد سے جنگی تعداد بہت تھوڑی رہ گئی تھی کبھی غالب ہو جاتا تھا اور کبھی مغلوب کبھی وہ نکال دیا جاتا تھا اور کبھی اس کو مطیع و منقاد بنا لیا جاتا تھا۔

ان ایام کے تاریخی واقعات بہت کم ملتے ہیں اور جس قدر ملتے ہیں انکا زیادہ تعلق ہمایوں کی ذات سے ہے اس لئے کہ ان دونوں میں انکی زندگی تقریباً انفرادی زندگی تھی قومی نہیں۔ بابر اور ہمایوں کے ساتھ جو شخصیتیں تھیں وہ صرف وہ لوگ تھے جو حکومت و اقتدار کے خواہشمند تھے سیاست و دانشمندی کا جوہر ان میں نہ تھا زمین نے انکو پرورش کیا تھا وہ اپنے دست و بازو کی قوت اور تلوار سے مناصب حاصل کر لیتے تھے اور بہترین زندگی بسر کرتے تھے

همایون بادشاه

شاہی خاندان پر کیسی ہی مصیبت کیوں نہ آئے انہیں اسکی پروانہ ہوتی تھی

ہمایوں دسمبر ۱۵۳۰ء میں ہندوستان کے تخت وتاج کا وارث ہوا۔ دوسرے سال کامران نے لاہور، پنجاب اور کابل پر قبضہ کرلیا اور ان زرخیز علاقوں پر اسکا اقتدار رہا پھر ۱۵۳۳ء میں مرزاؤں کے غدر کا واقعہ رونما ہوا۔ ۱۵۳۷ء میں گجرات ہمایوں کے اقتدار سے نکل گیا تنزل دادبار کے ان ایام میں ہمایونکو بڑا نقصان پہنچتا رہا اور زمانہ شیر شاہ افغان کا معاون و مددگار رہا ہمایونکا اقتدار بتدریج زائل ہورہا تھا اور شیر شاہ کی حکومت کا دائرہ وسیع ہوتا جاتا تھا۔ ہمایوں اور شیر شاہ کی جنگوں کا سلسلہ عرصہ تک جاری رہا ان لڑائیوں کا آغاز ہمایوں کیلئے مبارک ہوا تھا لیکن اختتام منحوس ثابت ہوا۔

جنگوں کے اس زمانہ میں ہمایونکی معاشرت اور ذاتی زندگی کی حالت بہت خراب ہوگئی تھی۔ جب اسنے دیکھا کہ اسکے اقتدار کا خاتمہ ہورہا ہے اور مقابلہ کی تاب باقی نہیں رہی ہے تو ۱۵۳۹ء میں اسنے ہندوستان کی حکومت کو بنگال کے سپرد کردیا اور خود علیحدہ ہوگیا۔

اسکے بعد بھی ہمایوں کی جد وجہد کا سلسلہ جاری رہا لیکن ہر موقع پر ناکامی ہوئی آخر اس نے تخت وتاج سے اپنی دست برداری کا باقاعدہ اعلان کردیا پھر ۲۷ جون ۱۵۳۹ء کو چوسہ میں اور ۱۷ مئی ۱۵۴۰ء میں قنوج کے اندر تیموریوں کو شکست ہوئی اور وہ اس تمام علاقہ کو چھوڑ کر لاہور چلے گئے اور پھر وہاں سے اپنے قدیم مقبوضہ علاقوں کیطرف بھاگ گئے۔

ان ایام مصائب میں ماہم بیگم کو سخت تکلیفیں برداشت کرنی پڑیں اور منال کی شادی سے پہلے ہی ۱۵۳۶ء میں اسکا خاتمہ ہوگیا اسکا لڑکا ہندال اسکے مرنے سے بہت پہلے نشہ کا عادی ہوچکا تھا آخر نشہ کی زیادتی سے ۱۵۳۲ء

میں اس کو بھی ہمارے ملا دیا۔

گلبدن بیگم نے اس زمانہ کے واقعات کو تفصیل سے لکھا ہے اور ہندال کی بغاوت کے متعلق نئی نئی شورش کے حالات۔ ہندال کے نام سے ہمایوں کے مخلص شیخ بہلول کا قتل وغیرہ تمام باتیں گلبدن نے لکھی ہیں اور ظاہر کیا کہ شیخ بہلول کے قتل میں ہندال شریک نہ تھا بلکہ وہ لوگ اس جرم کے مرتکب ہوئے تھے جو ہندال سے کوئی عقیدت نہ رکھتے تھے۔

اس زمانہ میں ہندال کی عمر انیس سال کی تھی اور وہ ایک کامیاب سپہ سالار تھا بڑے بڑے لوگ اسوقت اس کے مددگار تھے ان لوگوں میں سے بعض تو غور سے آئے تھے اور بعض ہندوستان ہی کے وہ لوگ تھے جو بابر کے عہد میں بڑے بڑے کام کر چکے تھے ان لوگوں نے اپنی آنکھوں سے ہمایوں کے لشکر کو تباہ و برباد ہوتے دیکھا تھا۔

اسوقت صحیح معنوں میں ہندوستان کا کوئی حکمران نہ تھا شیر شاہ ہمایوں اور دارالسلطنت کے درمیان پڑا ہوا تھا۔ مرزا علیحدہ بغاوت کر رہے تھے لیکن ان کا کوئی سردار نہ تھا۔

ہندال بابر کے تمام لڑکوں میں بہترین معاشرت اور اچھے چال چلن کا لڑکا تھا جب ہمایوں ہندوستان سے چلا گیا اور افیون خوری و نشہ بازی میں مشغول و منہمک ہو گیا تو ہندوستان میں جمعہ کے خطبہ کے اندر ہندال کا نام پڑھا گیا۔

ہمایوں نے ہندال کی بغاوت کی خبر کو ہندوستان سے باہر سنا اور وہ واقعات کی رفتار کو سمجھنے کے لئے غور میں ٹھہر گیا پھر وہ آگرہ کی طرف روانہ ہوا راستہ میں چونسہ کے مقام پر اُسنے جنگ کی اور اس مقابلہ میں اسکو شکست ہوئی

اور اس کے آٹھ ہزار سپاہی جو کہ آزمودہ ترکی سپاہی تھے تلوار کے گھاٹ اُتار دیئے گئے اور کچھ دریا کی نظر ہوئے ہیں معصومہ کا شوہر مارا گیا ور اسی مقام پہ شاہی خاندان کی بہت سی عورتوں کا خاتمہ ہوا حاجی بیگم اسی جنگ میں غنیم کے دشمنو کے ہاتھوں میں گئی پھر ہمایوں کے پاس آگئی۔

یہ جنگ شیر شاہ سے ہوئی تھی شیر شاہ نے اُن تمام عورتوں کی حفاظت کا وعدہ کیا تھا جو پڑاؤ میں ملی تھیں اور واقعہ یہ ہے کہ اسنے ان تمام عورتوں کے ساتھ بہترین سلوک کیا تھا لیکن اسکا حفاظتی دستہ جس کو اسنے عورتوں کی حفاظت پر مامور کیا تھا دیر سے پہنچا اور بابر کے پہرہ دار با شیر شاہ کے سپاہیوں نے لوٹے سب یہانتک کہ وہ سب کٹ گئے اور بہت سی عورتیں بھی اس جنگ میں ماری گئیں بیان کیا جاتا ہے کہ اس جنگ میں عورتوں اور بچوں کی اتنی جانیں ضائع ہوئیں کہ ہندوستان کی جنگوں میں کبھی عورتوں اور بچوں کی اتنی جانیں ضائع نہیں ہوئی تھیں

آخر ہمایوں اس جنگ میں شکست کھا کر بے یار و مددگار بھاگا اور دریا کو بمشکل عبور کر کے آگرہ پہنچا اور گلبدن بیگم سے مل کر حالات دریافت کیئے گلبدن کی عمر اسوقت سترہ سال کی تھی اور اس کی شادی ہو چکی تھی۔ گلبدن بیگم کی شادی اسکے پھوپی کے بیٹے سے ہوئی تھی جسکا نام خضر خواجہ خان ہے یہ چغتائی مغل تھا اور خانہائے اعظم کے خاندان سے تعلق رکھتا تھا اس کے باپ کا نام امین خواجہ تھا اور اس کی ماں حیدر مرزا دوغلات کی چچیری بہن

گلبدن بیگم سے اس ملاقات کے بہت تھوڑے دنوں بعد ہمایوں پھر جنگ کے لیے تیار ہو گیا اور شیر شاہ کے مقابل صف آرا ہوا کامران اس جنگ میں ہمایوں کا ساتھ نہیں دیا وہ اپنے ماتحت بارہ ہزار سپاہیوں کو لیکر آگرہ سے لاہور کیطرف

روانہ ہو گیا اسکے ساتھ آگرہ سے بہت سی خواتین اور بے یار و مددگار لوگ بھی ہو لیے وہ گلبدن کو بھی اپنے ساتھ لیجانا چاہتا تھا لیکن وہ جانے پر رضامند نہ ہوئی اور جب اس نے ہمایوں کی مرضی نہ پائی تو صاف انکار کر دیا گلبدن کی عمر کا زیادہ حصہ ہمایوں کے ساتھ گذرا تھا اس نے یہ پسند نہیں کیا کہ اس موقع پر وہ ہمایوں کو چھوڑ دے۔

گلبدن بیگم نہایت ذہین اور سمجھدار لڑکی تھی کامران اس سے اس کو اپنی حفاظت میں لینا چاہتا تھا کہ اسکے شوہر کے خاندان سے اسکے خاص تعلقات تھے اور وہ ان لوگوں کو اپنا مددگار رکھنا چاہتا تھا۔

اس کے بعد قنوج کے مقام پر شیر شاہ اور ہمایوں کے درمیان سخت جنگ ہوئی جس میں چالیس ہزار آدمی ایک ہزار آدمیوں کے مقابلے کی تاب نہ لاکر بھاگ کھڑے ہوئے تھے اور ایک توپ یا بندوق نہ چلی تھی یہاں بھی چونسہ کی طرح بہت سے آدمی دریا میں ڈوب کر مرے اور ایک معمولی آدمی نے ہمایوں کی جان بچائی اور آخر یہ شکست خوردہ لوگ آگرہ کی طرف چلے گئے۔

حیدر کہتا ہے کہ ہم لوگوں نے بھاگنے میں ذرا بھی توقف نہیں کیا منتشر ہو کر جس سے ممکن ہوا ہم بھاگے اور برابر آگے بڑھتے رہے یہاں تک کہ ہم افغان وغیرہ ان لاہور پہنچ گئے اس کے بعد یہ شکست خوردہ لوگ سیکری کی طرف چلے گئے اور ہمایوں نے انکو وصیت کر دی کہ جس طرح ممکن ہو ان خواتین کو آگرہ میں جو ہیں لاہور پہنچا دیا جائے۔

لاہور میں تیموری خاندان کے تمام لوگ جمع ہو گئے تو آپس میں مشورہ شروع ہوا کہ اب کیا کرنا چاہیے پانچ مہینے تک یہ مشورہ جاری رہا اور کوئی فیصلہ نہ ہو سکا چاروں بھائی اس اجتماع میں موجود تھے کامران جو تجویز پیش کرتا تھا دوسرے بھائیوں کی بحث و گفتگو سے اس تجویز کا خاتمہ ہو جاتا تھا کامران کا منشا یہ تھا

کہ روزانہ مقابلہ کرنے والے فاتح شیر شاہ سے اس شرط پر صلح کر لی جائے کہ لاہور اور پنجاب کو تیموریوں کے اقتدار میں چھوڑ دیا جائے اور باقی ملک پر وہ اپنا تصرف قایم کرے۔

کامران کی یہ تجویز موقع کے لحاظ سے مناسب تھی اس کا منشا یہ بھی تھا کہ اگر اس تجویز کے مطابق صلح نہ ہو سکے تو پھر وہ کابل کی حکومت پر جسکو ہمایوں نے اسکے حوالہ کر دیا تھا اپنا پورا اقتدار قایم کرے اور ہمایوں کو وہاں نہ جانے دے کامران کا خیال کہ اگر ہمایوں کابل پہنچ گیا تو پھر وہ وہاں سے دوسری طرف جانے کا نام نہ لیگا اور حکومت پر قبضہ کر لیگا چنانچہ جب ہمایوں نے اپنی موروثی حکومت بدخشان جانے کی تجویز پیش کی تو کامران نے محض اس خیال سے کہ کہیں ہمایوں بدخشاں جاتے ہوئے کابل ہی میں نہ رک جائے اور حکومت پر قبضہ نہ کرے اس تجویز کی مخالفت کی تھی۔

۳ اکتوبر ۱۵۴۰ء کو تیموریوں نے روانگی کے ضروری انتظامات مکمل کر لیے اسی لئے کہ ان کو یہ خبر پہنچ چکی تھی کہ شیر شاہ دریائے بیاس کو عبور کر آیا ہے اور بہت ممکن ہے کہ وہ جلد سے جلد یہاں بھی پہنچ جائے گلبدن بیگم لکھتی ہے کہ ہمارے لیے یہ دن کسی طرح قیامت کے دن سے کم نہ تھا ہم لوگ اسقدر مضطرب اور پریشان تھے کہ اپنی سراسیمگی کی تشبیہ میں کسی چیز سے نہیں دیسکتی بیان کیا جاتا ہے کہ اس روز دو لاکھ آدمیوں نے لاہور کو خیر باد کہا اور سامان لیجانے کی مزدوری اس قدر بڑھ گئی کہ ایک ایک کے چار چار دینے پڑے۔

ان بھاگنے والوں کی خوش قسمتی تھی کہ دریائے راوی پایاب تھا یہاں سے وہ آسانی کے ساتھ گذر گئے لیکن دریائے چناب میں ان کو کشتیوں کی ضرورت پڑی اور کشتیوں کا کوئی معقول انتظام نہ ہو سکا پھر آگے دریائے جہلم تھا جس میں

پوری طغیانی پر تھی۔

اکثر لوگ دریائے چناب کو عبور نہ کر سکے اور راوی اور چناب کے دوآبہ ہی میں رہ گئے آخر جب آگے جانے سے مایوسی ہوگئی تو حیدر مرزا اس خیال سے کہ شاہی فوج آگے نہ بڑھیگی اور پیچھے ہٹ جائے گی کشمیر کی طرف چلا گیا اور ہندال اور یادگار جنوب کی طرف ملتان کو چلے گئے۔ ان لوگوں کے چلے جانیکے بعد ہمایوں کے بہی خواہوں نے اسکو مشورہ دیا کہ وہ کامران کی زندگی کا خاتمہ کردے تاکہ یہ خار راہ سے دور ہو جائے اور راستہ صاف ہو جائے لیکن ہمایوں نے اس مشورہ کو قبول نہیں کیا اور صاف انکار کر دیا۔

شاہی خاندان کی خواتین کو کامران کے متعلق جو مشورہ ہمایوں کو دیا گیا تھا اسکا علم ہوگیا تھا جب ہمایوں نے اس سے انکار کردیا تو خواتین پر اسکا زبردست اثر پڑا اور ہمایوں کی شخصیت سب کی نظروں میں محبوب ہوگئی کامران نے اگرچہ غداری کی تھی اور قریب تھا کہ اس غداری کے نتیجہ میں آپس میں خون کے دریا بہائیں لیکن ہمایوں نے معاملہ کو آگے نہ بڑھنے دیا اور خطرات کا دروازہ کھلنے نہ پایا۔

بابر اور ہمایوں کی زندگیوں میں بڑے بڑے موثر مناظر اور خطرناک مواقع پیش آئے ہیں لیکن ان مناظر میں سب سے زیادہ موثر اور خطرناک منظر و موقع وہ ہی جب ہمایوں پنجاب سے آگے بھاگ رہا ہے وہ لاہور سے جہلم کے مشرق کی طرف روانہ ہوا اور خوشاب کی اس سڑک پر ہولیا جو اس ندی سے ہو کر جاتی ہے جو نمک کی پہاڑی سلسلے کے دامن میں واقع ہے آگے چل کر اس ندی کی دو شاخیں ہو جاتی ہیں ایک شاخ شمال مغرب میں کابل کی طرف چلی جاتی ہے اور دوسری جنوب مغرب میں سندھ کی طرف۔

ہمایوں اور کامران کے درمیان اس مقصد جھگڑا ہوگیا کامران چاہتا تھا

کہ وہ پہلے درہ کے اندر داخل ہو کر ہمایوں کے لئے کابل کا راستہ بند کردے ہمایوں اس پر مصر تھا کہ داہنی جانب آگے بڑھے اس اختلاف کا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں بھائیوں کے لشکروں کے درمیان بشت مشت شروع ہو گئی آخر ابوالبقا نے درمیان میں پڑکر معاملہ کو رفع دفع کر دیا یہ ابوالبقا وہ شخص ہے جس نے بابر کو ہمایوں کی خطرناک علالت کے زمانہ میں یہ مشورہ دیا تھا کہ وہ اپنی جان کو بیٹے پر قربان کردے ابوالبقا نے معاملہ کو کس طرح سمجھایا اس کے متعلق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے ایک طرف ہمایوں سے تو یہ کہا کہ کامران کا لشکر جا رہا تھا تو بہتر ہے اس سے لڑنا خلاف مصلحت ہے اور دوسری جانب کامران سے یہ کہا کہ ہمایوں کو ہر طرح آگے بڑھنے کا حق ہے آخر دونوں کو سمجھانے کا نتیجہ یہ نکلا کہ کامران نے راستہ چھوڑ دیا اور ہمایوں کو آگے چلے جانے کی اجازت دیدی ہمایوں نے اس موقعہ سے نکل کر جنوبی راستہ اختیار کیا اور ایک دوراہے پر پہنچکر دونوں لشکروں کے سپہ سالاروں اور بہت سے دوسرے دانشمند اشخاص نے دونوں بھائیوں کے درمیان صفائی کرا دینے کی کوشش شروع کی اور آخر بھائیوں نے معاملات کو طے کر لیا اور کامران کابل کیطرف اور ہمایوں سندھ کی جانب چلا گیا۔

دوسری فصل

جلاوطنی کا زمانہ

جب دونوں بھائیوں کے لشکر ایک دوسرے سے جدا ہوئے تو بہت سی خواتین کامران کے ساتھ گئیں جن میں غالباً گلبدن بیگم بھی تھی اور بہت سی ہمایوں کے ساتھ گلبدن بیگم کی والدہ دلدار بیگم اسوقت ہندال کیساتھ ملتان میں تھی دلدار بیگم کے ساتھ غالباً ہمایوں کی بیوی حمیدہ بیگم بھی ہوگی جو ہندوستان کے مشہور شہنشاہ اکبر کی ماں تھی۔ خانزادہ ہمایوں کے ساتھ تھی جیسا کہ اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے جو خانزادہ کی بھتیجی نے لکھا ہے وہ کہتی ہے کہ ہمایوں نے سندھ سے جو سفارت

قندھار روانہ کی تھی اس میں خانزادہ بھی شامل تھی دوسرے مورخین کہتے ہیں کہ خانزادہ کامران کے ساتھ تھی اور ہمایوں کامران کے درمیان صلح کرانے کے لئے کابل سے قندھار گئی تھی۔

ہمایوں اس جلاوطنی کے زمانہ کو جب سندھ کے ریگستان بسر کر رہا تھا اس وقت خواجہ معظم خان کا اس کے ساتھ ہونیکا کوئی ذکر تاریخوں میں نہیں ہے ملا بعض لوگوں کے بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ۱۵۴۵ء میں خواجہ معظم عسکری کیساتھ قندھار میں تھا۔

ہمایوں پانچ سال تک ہندوستان سے باہر جلاوطنی کی مصیبت برداشت کرتا رہا ۱۵۴۵ء میں جب وہ کابل آیا اور گلبدن بیگم سے ملا تو گلبدن بیگم اس منظر سے بہت متاثر ہوئی ہے اس موقع پر وہ لکھتی ہے کہ پانچ سال کی مفارقت کا یہ زمانہ نہایت پریشانی اور تکلیف میں بسر ہوا مفارقت کے اس زمانہ کا آغاز جہلم سے ہوا تھا جہاں سے خواتین کے قافلے جدا ہوئے تھے وہ کامران کے ساتھ کابل چلی گئی اور خدا کا شکر ہے کہ وہ ہمایوں کے ساتھ نہ گئی لیکن ہمایوں کی جدائی اس عرصہ میں اس پر بہت شاق گذری۔

سندھ میں ہمایوں اور اس کے ساتھیوں پر جو کچھ گذرا تھا گلبدن بیگم اس سے اچھی طرح واقف تھی۔ ملتان میں جو واقعات رونما ہوئے تھے ان سے بھی وہ آگاہ تھی اس عرصہ میں وہ اپنی ماں اور حمیدہ بیگم سے بھی مل چکی تھی۔

ہمایوں نے ۱۵۴۵ء میں کابل پر قبضہ کر لیا تھا اور پورے پانچ سال کے بعد اسکو کابل پر اقتدار حاصل ہوا لیکن واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ گلبدن بیگم پھر بھی ہمایوں کے پاس نہ رہی اور کامران ہی کیساتھ اس نے رہنا پسند کیا۔

گلبدن بیگم نے ہمایوں کی جلاوطنی اور سندھ و فارس میں ایام بیکسی کے واقعات کو نہایت تفصیل سے لکھا ہے۔ گلبدن بیگم نے بعض واقعات زیادہ

بیان کرتے ہیں لیکن ان تمام واقعات کا ماخذ انہوں نے حمیدہ بانو بیگم کو قرار دیا ہے چنانچہ وہ اکثر مواقع پر حمیدہ بیگم کا حوالہ دیتی اور ان سے واقعات کی روایت کرتی ہے۔

کامران گلبدن بیگم نے اپنی سہیلیوں و قبیلوں کی عورتوں سے زیادہ تعلقات نہیں رکھے تھے وہ عموماً خانہ داری کے کاموں میں مشغول و منہمک رہتی تھی اور اپنے بچوں کی دیکھ بھال میں زیادہ وقت گذارتی تھی وہ اپنے صرف ایک بچہ سعادت یار کا ذکر کرتی ہے لیکن قرائن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں اسکے کئی بچے ہوں گے ممکن ہے کہ خواجہ خضر کے اور بچے بھی اسکے ہمراہ ہوں لیکن اسکا ثبوت نہیں ملتا۔

کامران نے شاہی خواتین کیساتھ بہتر سلوک نہیں کیا تھا اور بعض کو اُنکے گھروں سے نکالدیا تھا اور انکی تنخواہیں بھی کم کر دی تھیں لیکن گلبدن بیگم کے ساتھ اس نے کوئی ناروا سلوک نہیں کیا۔ ۹۴۳ھ میں گلبدن بیگم ہندال کے پاس چلی گئی جسکو کامران نے قندھار پر شکست دے کر گرفتار کر لیا تھا اور اس کی ماں اور اسکو کابل لے آیا تھا یہ زمانہ اسنے اپنی ماں کے گھر میں بسر کیا اور گلبدن بیگم بھی اسکے پاس رہی۔

ہمایوں جب ہندوستان سے باہر نکلا اسوقت اسکی نقل و حرکت کا علم تمام مقامات پر ہوگیا تھا اور سندھ سے کابل تک ہر شخص اس سے واقف تھا اس تشہیر سے ہمایوں کو سخت نقصان اٹھانا پڑا ہمایوں سندھ سے آگے بڑھا اور شاہ حسین ارغون کے ملک میں گھس گیا شاہ حسین ارغون نے خاندانی مصالح کی بنا پر ہمایوں سے کچھ نہ کہا اور نہ اسکے خلاف کوئی کارروائی کی یہانتک کہ عرصہ دراز تک ہمایوں اس علاقہ پر قابض رہا۔

ہمایوں و ارغون خاندان کے لوگوں کے درمیان سخت نفرت پائی جاتی تھی ممکن ہے کہ اس نفرت کا سبب یہ ہو کہ ہمایوں نے انکو کابل اور قندھار سے نکالدیا تھا اور اس نفرت کا سبب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کابل و قندھار سے بے دخل کر دینے کے

بعد ہمایوں نے ایک ارغون لڑکی سے جو شیخ مرزا کی لڑکی تھی اپنے کوکہ بھائی قاسم کی شادی کر دی تھی ہمایوں کی یہ جرأت معمولی جرأت نہ تھی ارغون اسکو ناقابل معافی جرم خیال کرتے تھے اور اسکی یہ حرکت اُن کی آنکھوں میں کھٹک رہی تھی یہ لڑکی جس سے ہمایوں نے اپنے کوکہ بھائی کی شادی کی تھی مال غنیمت میں آئی تھی اس لڑکی اور اسکے خاندان کی مرضی کے خلاف اس نے زبردستی یہ شادی کی تھی۔

اس عورت کی ناراضی کے واقعہ کو مسٹر ارسکن نے نہایت دلچسپ طریقہ پہ لکھا ہے اسکا بیان ہے کہ جب قاسم کوکہ مر گیا تو ماہ چوچک (قاسم کی بیوی یا وہ لڑکی جس سے ہمایوں نے زبردستی قاسم کا نکاح پڑھا دیا تھا) اپنے چھوٹے بھائی شاہ حسین کے پاس چلی گئی اور اس سے شادی کر لی ماہ چوچک شاہ حسین کے پاس جب ہی تک تک ہمایوں سندھ میں رہا۔

ہمایوں سے شاہ حسین ارغون کی نااتفاقی اصل میں بہت عرصہ سے چلی آتی تھی جسکا اصل سبب یہ تھا کہ شاہ حسین کی پہلی بیوی سے ہمایوں نے نکاح کر لیا تھا شاہ حسین کی یہ بیوی خلیفہ کی لڑکی گلبرگ تھی جس سے اُس نے سنہ ۹۲۶ھ میں شادی کی تھی خاندانی پیچیدگیوں کے اسی سلسلہ میں یہ واقعہ بھی قابل ذکر ہے کہ ماہ چوچک کے بطن اور میر قاسم کے صلب سے ایک لڑکی ناہید بیدا ہوئی تھی جو اسوقت شاہ حسین کے پاس تھی خلیفہ کے لڑکے محب علی نے اُس سے شادی کر لی تھی۔

شاہ حسین کی پہلی بیوی سے ہمایوں کے نکاح کر لینے کا واقعہ مورخوں نے اس طرح بیان کیا ہے کہ حسین اور گلبرگ شادی کے بعد یکجا رہنے لگے لیکن بہت ہی تھوڑے دنوں میں ایک کو دوسرے سے نفرت ہو گئی گلبرگ نے اُس کے پاس زیادہ قیام مناسب نہیں سمجھا اور دو سال کے بعد اس سے علیحدگی اختیار کر لی وہ ہمایوں کے ساتھ بقول ارسکن ہندوستان میں چلی آئی مورخوں کے درمیان اس امر میں اختلاف

ہے کہ گلبرگ کب ہمایوں کے حرم میں داخل ہوئی بعض کا بیان تو یہ ہے کہ ۱۵۳۹ء میں اس سے ہمایوں نے شادی کی تھی جبکہ وہ چونسہ پر قابض ہوا تھا لیکن اکثر مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ ۱۵۲۶ء میں گلبرگ ہمایوں کے حرم میں داخل ہو گئی تھی گلبدن بیگم بھی یہی کہتی ہیں اس کے بیان کے مطابق گلبرگ اسوقت ہمایوں کے حرم میں داخل ہوئی تھی جبکہ اسکی تخت نشینی کو تھوڑا ہی زمانہ گذرا تھا۔ گلبرگ اسوقت سے برابر ہمایوں کے ساتھ رہی یہاں تک کہ ۱۵۳۸ء میں بھی اور اسکے بعد بھی وہ ہمایوں کے ساتھ سندھ اور فارس میں بھی اس زمانہ میں سلطانم عہ بھی اسکے ساتھ تھی جو ممکن ہے کہ اس کی ماں ہو

تیسری فصل

ہمایوں پھر میدان جنگ میں

۱۵۴۵ء میں کابل کے اندر یہ خبریں موصول ہوئیں کہ ہمایوں فارس سے واپس آ رہا ہے اور کافی لشکر اسکے ساتھ ہے اس خبر کا پہلا نتیجہ یہ ہونا چاہئیے کہ ہمایوں کے لڑکے اکبر کو خانزادہ کی نگرانی میں کابل لایا جائے اور اسکی سپردگی میں دیدیا جائے۔

ہمایوں کا بیٹا اکبر حمیدہ بانو بیگم کے بطن سے تھا جو ہمایوں کی جلاوطنی کے زمانہ میں اپنے چچا ہندال کی نگرانی میں رہتا تھا اکبر باپ کی جلاوطنی کے ایام میں پیدا ہوا جبکہ اسکی ماں ہندال کیساتھ ملتان چلی گئی تھی۔

غرض اکبر کو قندھار سے کابل لایا گیا یہ سفر موسم گرما میں بخشی بانو کی معیت میں کیا گیا تھا بخشی بانو نے اکبر کے ننھے ننھے ہاتھ اور پاؤں چومے تھے اور اکبر نے بھی اسکے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا تھا۔

عہ سلطانم کا ہمایوں کے ساتھ ہونا اس امر کا ثبوت ہے کہ اسوقت خلیفہ کا انتقال ہو چکا ہوگا پھر بھی خلیفہ کی بیٹی ایک مثال ہے کہ سلطانم نے نکاح کیا اور لڑکی کو ساتھ لیکر شاہی خاندان میں رہی تھی

بخشی بانو کی پہلی شادی شیبانی کیساتھ ہوئی تھی اور یہ شادی بابر کو قید یا موت سے نجات دلانے کیلئے کی گئی تھی پھر اسکی طلاق بھی اس صورت سے عمل میں آئی کہ اس کے شوہر اور بابر میں پھٹ پھٹ ہو گئی تھی اور بخشی بانو بابر کی طرفدار تھی پچیس سال کی عمر میں ۱۵۱۲ء میں بخشی بانو بابر کی حفاظت میں چلی گئی۔

اس زمانہ میں جبکہ وہ اکبر کو بہلاتی تھی اس کی شکل و شباہت بہت کچھ تبدیل ہو چکی تھی اور چہرہ کا رنگ اڑ گیا تھا کیونکہ اسکی عمر زیادہ ہو چکی تھی پھر اسکو اپنے اکلوتے بیٹے کا غم بھی تھا جو اس سے ہمیشہ کیلئے جدا ہو چکا تھا اسکی کافی دلجوئی ہوتی تھی اور اسکے آرام و آسائش کا پورا پورا انتظام ہوتا تھا مگر یہ اکو بھگت محبت کی بنا پر نہیں تھی بلکہ اس کا سبب وہی تھا جو مذکور ہوا یعنی بابر کی مدد اس نے سلطانم کو دو سال کی عمر سے پرورش کیا تھا اور ہندال کی بیوی بنانے کے لئے اسکی تربیت کی تھی۔

۲۱ مارچ ۱۵۴۵ء کو ہمایوں نے قندھار کو محاصرہ میں لے لیا انہیں ایام میں اس نے اپنا ایک سفیر کابل روانہ کیا جس کا اس خیال سے خاص طور پر استقبال کیا گیا کہ اس سے وہ واقعات معلوم ہونگے جو کوئٹہ چھوڑنے کے بعد وقوع میں آئے ہیں اسفیر کا نام بیرم خان تھا بیرم خان نے کابل پہنچکر اکبر کو دیکھا اور دوسرے ان شہزادوں کو بھی اسنے وہاں دیکھا جو کامران کی نگرانی میں تھے یہ شاہزادے ہندال۔ یادگار ناصر وغیرہ تھے۔

بیرم خان چھ ہفتہ تک کابل میں مقیم رہا اور کامران کو اپنے آئندہ طرز عمل کی نسبت کافی غور و خوض کر لینے کا موقعہ دیا بیرم خان کا خیال تھا کہ ہمایوں کافی طاقتور ہے۔

بیرم خان کابل سے خانزادہ کو لیکر روانہ ہوا خانزادہ کو ساتھ لیجانے سے

اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ ہمایوں کے غصہ کو فرو کرے اور عسکری کے لیے راستہ کو صاف کرے جیسے ہمایوں کی اطاعت قبول کرلی تھی۔

یہ جماعت قندہار پہنچ گئی محاصرہ جاری تھا اور ہمایوں کو کافی نقصان پہنچ چکا تھا بہت سے امراء ساتھ چھوڑ کر چلے گئے تھے آخر تیسری ستمبر ۱۵۴۵ء کو قلعہ پر تصرف حاصل کرلیا گیا عسکری اور اُس کے امراء تلواریں لٹکائے ہوئے آئے اور ہمایوں نے معافی طلب کی ان لوگوں میں سے چند آدمیوں کے ہاتھوں میں لپٹے ہوئے کاغذ تھے عسکری کو معافی دیدی گئی اور تمام رات جشن مسرت رہا عسکری عیش و مسرت میں محو و بیخود تھا کہ کسی نے اُس کے ہاتھ سے وہ کاغذات لے لئے جنکو وہ لیے ہوئے تھا گلبدن بیگم کا بیان ہے کہ وہ خطوط تھے جو عسکری نے کوئٹہ کے بلوچی سرداروں کو لکھے تھے اور جن میں یہ تحریر تھا کہ ہمایوں جب کوئٹہ سے روانہ ہو اُس کو فوراً گرفتار کرلو۔

اس زمانہ میں کامران کابل کے اندر تنہا رہ گیا تھا جب اس نے سنا کہ قندہار پر ہمایوں کا قبضہ ہو گیا ہے۔ خانزادہ وفات پا گئی ہے اور شاہی متعلقین میں سے بعض لوگ بھاگ گئے ہیں تو وہ پریشان و مغموم ہو گیا اس نے ہمایوں کو خوش کرنے کے لئے کابل سے فوجیں بھی روانہ کیں لیکن ہمایوں کو اسوقت فوجوں کی ضرورت نہ تھی اس لئے کہ جنگ ختم ہو چکی تھی۔

آخر کامران نے اپنے آپ کو بے بس پاکر بھاگ جانا مناسب خیال کیا اور غزنی کے راستے سے سندھ کو چلا گیا اب جدائی اور مصائب کی گھڑیاں ختم ہو رہی تھیں اور رشتہ دار دوبارہ واپس آکر ایک دوسرے سے مل رہے تھے گلبدن بیگم بھی پانچ سال کے بعد نومبر ۱۵۴۵ء میں اپنے بھائی ہمایوں سے ملی۔

اسوقت کابل میں امن و سکون تھا اور لوگ خوشی اور راحت کے ساتھ

زندگی بسر کر رہے تھے حمیدہ بانو بیگم اکبر کی ماں جب ایک اور بچے کی ماں بن گئی تھی موسم بہار میں سپاہیوں کے ایک دستے کے ساتھ روانہ ہوئی اکبر اب اسی کی نگرانی میں تھا۔

ہمایوں کے پاس یہ تمام لوگ پہنچ گئے ہمایوں نے یہ دیکھنے کیلئے کہ اکبر جسکو اسکی ماں نے ایک سال دو ماہ کی عمر میں کو بیٹھے چھوڑ دیا تھا اپنی ماں کو پہچانتا ہے یا نہیں اکبر کو اسکی ماں کے پاس لے گیا یہ ایک کمرہ میں بیٹھی تھی اور دوسری خواتین بھی وہاں موجود تھیں ہمایوں نے اکبر کو ایک مسند پہ بٹھا دیا بچے نے ماں کو پہچان لیا اور اسکی گود میں جانے کے لئے اپنے ہاتھ پھیلا دیئے۔

ابوالفضل نے اس شناخت کے واقعہ کو اکبر کی ذہانت سے تعبیر کیا ہے لیکن وہ لوگ جنکی آنکھیں اکبر کے عہد کی عیش و عشرت کی روشنی سے ابوالفضل کیطرح مسحور نہیں ہیں یہ کہتے ہیں کہ محبت و شناخت کا یہ جذبہ جس کا ظہور اس وقت اکبر سے ہوا صرف اکبر ہی کی حد تک محدود نہ تھا بلکہ اسمیں ماں کی شفقت، محبت اور مسکراہٹ بھی تو جو اسکے ہونٹوں پر تھی اکبر نے ماں کی شفقت بھری آنکھوں کو دیکھا مسکراہٹ نے قلب میں محبت کا جذبہ پیدا کیا اور ماں کی طرف اپنے ہاتھ پھیلا دیئے اور اسکی گود میں چلا گیا۔

موسم بہار میں ہمایوں بدخشاں کو اپنے قبضہ میں لانے کے لئے لشکر لیکر روانہ ہوا کابل کے گورنر کو اسنے حکم دیا کہ وہ یادگار ناصر کا گلا گھونٹ کر مار ڈالے اس زمانے میں کابل کا حاکم محمد علی تھا اور یادگار ناصر بغاوت میں شریک رہا تھا اور اسکے لئے موت کی سزا تجویز کی جا چکی تھی خواجہ محمد علی نے اس امر کو پسند نہیں کیا اور گورنری سے استعفا دیدیا وجہ استعفا میں اسنے لکھا تھا کہ میں کیونکر یادگار ناصر کو موت کے گھاٹ اتار سکتا ہوں جبکہ میں نے اپنی زندگی بھر کبھی ایک چوہا بھی نہیں

مارتی ہے۔ خواجہ محمد علی جو ہمایوں کا چچا تھا بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نہایت نرم طبیعت کا شخص تھا اور گورنری کے منصب کے لئے مناسب نہ تھا آخر اس کام کیلئے ایک دوسرے سپاہی کو تلاش کیا گیا اور اس نے یادگار ناصر کی مصیبت بھری زندگی کا خاتمہ کر دیا۔

بدخشاں کی مہم میں ہمایوں نے احتیاطاً عسکری کو بھی اپنے ساتھ لے لیا تھا خواتین میں ماہ چوچک بی بی فاطمہ قماقمی اور شہر ملک ماں تھیں مقام ختم کے قریب پہنچ کر ہمایوں سخت بیمار ہوا اور چار دن تک بے ہوش و بے حس و حرکت بستر پر پڑا رہا اس کے بستر کے گرد ایسی تیماردار عورتیں تھیں جو فن تیمارداری میں کمال رکھتی تھیں ہمایوں آنکھیں بند کئے ہوئے خاموش پڑا تھا کہ ایک دفعہ ماہ چوچک نے منہ میں انار کا پانی ٹپکایا اور فوراً اس نے آنکھیں کھول دیں چند دنوں میں ہمایوں اچھا ہو گیا لیکن اس کی بیماری سے اس کی ذات خاص اور حکومت کو سخت نقصان پہنچا اور بہت سے کام خراب ہو گئے۔

ہمایوں کی علالت کی خبر سنتے ہی کامران اپنے خسر حسن حسینی کی اعانت سے فوراً اپنی تجویز کو عملی جامہ پہنانے پر تیار ہو گیا اور شکار کر کابل پہنچا اور دار السلطنت پر قبضہ کر لیا۔

یہ زمانہ سردی کے چلے کا زمانہ تھا اور پہاڑی دروں میں سخت سردی تھی ہمایوں کے سپاہی اپنے اہل و عیال کی حفاظت کے خیال سے پیچھے ہٹ رہے تھے ان کو کابل سے یہ اطلاعات مل رہی تھیں کہ شہر کابل کو پھر فتح کر لیا جائیگا ان خبروں کو سن کر سپاہی ٹولی کی ٹولی بھاگ کر کابل کی طرف جانے لگیں ان لوگوں کی کابل میں خوب آؤ بھگت ہوئی اور ان کے ساتھ بہترین سلوک کیا گیا اور یہی کے وہ آرزومند تھے یہ کہنا غالباً ہمایوں کی ذات کو دھبہ لگانا ہے کہ ان لوگوں نے ہمایوں کا ساتھ اسلئے چھوڑ دیا تھا کہ ہمایوں نے غداری کی تھی ہمایوں پر اس قسم کا الزام کوئی نہیں لگا

سکتا اگر ان لوگوں کو کابل میں اپنے اہل و عیال کو بچانا تھا تو یہ امر کامران کی معمولی سی اطاعت سے بھی حاصل ہو سکتا تھا واقعہ یہ ہے کہ ہمایوں کا اندازہ اس کی صدق وفاداری کا بھی تھا او امکان تھا اس دعوے کو پیش نظر رکھتا تھا۔

کابل کا کامران کے قبضہ حقیقت میں کابل کے اس گورنر کی کمزوری پر مبنی تھا جو ہمایوں کی طرف سے مامور تھا محمد علی اس قابل نہ تھا کہ کابل جیسی مرکزی جگہ کا اسکو حاکم بنایا جاتا اس میں تنی ہی صلاحیت نہ تھی کہ وہ غیر مسلح آبادی کی حفاظت کر سکتا۔

کامران کابل کیطرف دھاوا کرتا ہوا غزنی سے گذرا تھا جہاں کا گورنر زاہد بیگ تھا یہ وہ شخص ہے کہ جب ۱۵۳۸ء میں اسکو بنگال کا حاکم مقرر کیا گیا تھا تو اسنے ہمایوں سے یوں کہا تھا کہ کیا آپکو میرے مارنے کیلئے کوئی دوسری جگہ نہیں ملتی ہمایوں کے جواب کا انتظار کئے بغیر اسنے بنگال کو چھوڑ دیا تھا اور ہندال کیساتھ شریک ہو کر اسکی بغاوت میں اس کا مددگار بن گیا تھا کامران نے اسکے سوال کا معقول جواب دیا بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ اسکی آرزو پوری کی یعنی اسکو مار ڈالا اور سیدھا کابل کیطرف روانہ ہو گیا۔

گلبدن لکھتی ہے کہ کامران صبح کیوقت کابل پہنچا جبکہ کابلی سپاہی حفاظت و چوکیداری کے مقامات کو چھوڑ کر ادھر ادھر چلے گئے تھے اور گھسیاروں اور سقوں کی آمد و رفت حسب معمول جاری تھی کامران عام لوگوں کیساتھ شہر کے اندر داخل ہو گیا محمد علی گورنر اسوقت حمام میں تھا اسکو کپڑے پہننے کا موقعہ بھی نہیں دیا گیا اور فوراً اسکو کامران کے حضور میں لایا گیا اور قتل کر دیا گیا۔

کامران نے کابل میں داخل ہو کر جو مظالم کئے تھے اور بیگناہ لوگوں کو قتل کیا تھا انکی فہرست دیکھکر دل لرز جاتا ہے مختصر یہ ہے کہ کامران کا محاصرہ اور قبضہ جتنا

حرکات اور افعال سے بھرا ہوا ہے۔

ہمایوں کو صحت کے بعد جب کابل پر کامران کے قبضہ کی خبر ملی تو وہ غضبناک ہو گیا اور جس قدر جلد ممکن ہو سکا اسنے دشوار گذار دروں کو عبور کر کے کابل کو محاصرہ میں لے لیا کامران نے آخر ہمایوں کی طاقت کو محسوس کیا اور جب اسکو اس امر کا یقین ہو گیا کہ کابل اب اُسکے قبضہ میں نہیں رہ سکتا ہے تو وہ شہر پناہ کی ایک کھڑکی سے نکل بھاگا اور خندقوں میں چھپتا چھپاتا پہاڑوں میں چلا گیا۔

بعض لوگوں کا بیان ہے کہ کامران کو بھاگ جانے میں ہندال نے مدد دی تھی بعض دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ بھاگ جانے کے بعد کو محمد خان نے اسکو گرفتار کر لیا تھا اور اسوقت کامران تنہا اور اسقدر بے یار و مددگار تھا کہ صرف ایک شخص اسکو پکڑ کر کھینچ لایا تھا کامران نے محمد خان کو اخوت شیر خوردگی کا واسطہ دلایا اور اس سے نجات حاصل کرلی اور پھر اپنے بیگوں اور موروثی دشمنوں سے جا ملا۔

کابل پر دوبارہ قبضہ کے بعد ۹۵۴ھ میں ہمایوں نے بدخشاں پر حملہ کیا بدخشاں کی جنگ کے سلسلہ نے بہت سے ذاتی معاملات کے دروازہ کو کھول دیا بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ بدخشاں کی جنگ ایک فوارہ تھی جس سے واقعات کے بہت سے چشمے جاری ہو گئے تھے۔

کامران نے اس شکست کے بعد مکہ معظمہ جانے کا ارادہ کر لیا ہمایوں نے کامران اور اُن تمام لوگوں کو مکہ معظمہ جانے کی اجازت دیدی جنکا دار السلطنت میں قیام مناسب نہ تھا کامران کا مکہ معظمہ جانے کا ارادہ کسی نیک خیال پر مبنی نہ تھا اور نہ وہ دل سے اس سفر کا خواہشمند تھا جب اُسکے یقین نہ کرنے والے کانوں نے یہ سُنا کہ ہمایوں نے فتح کے بعد باغی امراء سے رحمدلی کا برتاؤ کیا ہے تو اس نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا اور ہمایوں کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی کا خواستگار ہوا۔

ہمایوں کی یہ عملی ناقابل یقین حقیقت تھی مگر اس کی طبیعت کا علانیہ تھا واقعی وہ انتہا درجہ کا رحمدل تھا اور نہایت وفادار جب کامران نے اُس سے معافی کی درخواست کی تو ہمایوں نے حکم دیا کہ اس کا استقبال کیا جائے چنانچہ کامران کا استقبال کیا گیا اور ہمایوں کے سامنے لایا گیا ہمایوں اسکو دیکھکر رو دیا اور گلے سے لگا کر اُسکے جرم کو معاف فرما دیا۔

مورخین کا بیان ہے کہ جب کامران ہمایوں کی خدمت میں حاضر ہوئے اُسوقت ہمایوں دربار عام میں شامیانے کے نیچے بیٹھا ہوا تھا منعم خان کامران کے برابر کھڑا تھا کامران نے اسکی کمر سے چمڑہ کا چابک نکال لیا اور اپنی گردن میں اسکو لپیٹ کر ایک مجرم کیطرح ہمایوں کے سامنے حاضر ہوا ہمایوں نے کامران کو اس حال میں دیکھکر کہا "افسوس...... افسوس..... تم کو اسطرح مجرم کیطرح میرے سامنے آنیکی ضرورت نہیں ہے تم اپنی گردن سے چابک کو نکال ڈالو اور پھینک دو" کامران نے تین مرتبہ دربار کی رسم کے مطابق جھک کے سلام کیا فوراً ہمایوں نے اسکو گلے سے لگالیا اور بیٹھنے کا حکم دیا کامران نے ادب کے ساتھ اپنی گذشتہ حرکات کی معافی چاہی اور اظہار افسوس کیا ہمایوں نے کہا "گئی گذری بات کا خیال چھوڑ دو اتنک تو تم رستگارے تھے آؤ اب بھائیوں کی طرح بغل گیر ہوں" یہ کہکر ہمایوں کھڑا ہو گیا اور کامران کو سینے سے لگالیا دونوں ایک دوسرے سے محبت کیساتھ ملے اور اسقدر دونوں پر رقت طاری ہوئی کہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اس منظر سے حاضرین بھی متاثر تھے اور اکثر کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

اسکے بعد ہمایوں اپنی جگہ پر بیٹھ گیا اور اپنے بائیں پہلو میں کامران کو جگہ دی جو انتہائی اعزاز کی جگہ تھی اور محبت کے پُراثر لہجہ میں اپنی ملاقات کی خوشی کا

کامران کو مخاطب کر کے کہا "میرے قریب بیٹھو" پھر شربت کا ایک گلاس منگوایا جس میں نصف گلاس شربت ہمایوں نے پی لیا اور باقی کامران کو دیدیا۔

اس تقریب میں بہت بڑا جشن ہوا جس میں چاروں بھائیوں نے شرکت کی تھی چوتھا بھائی سلیمان عرصہ دراز کے بعد ہمایوں سے ملا تھا چاروں بھائی ایک مکلف فرش پر بیٹھے اور ایک ساتھ کھانا کھایا ایک مورخ کے الفاظ میں کہ ایک دسترخوان پہ بیٹھ کر چاروں بھائیوں نے باہم نمک خواری کی یہ دعوت عام جشن کی صورت میں دو دن تک جاری رہی۔

کامران جب ہمایوں کے پاس آیا تھا اسوقت عجلت و گھبراہٹ میں اپنے خیمونکو سڑک ہی پہ چھوڑ دیا تھا ہمایوں نے حکم دیا کہ کامران کے خیمونکو وہاں سے لاکر شاہی خیمہ کے قریب لگایا جائے پھر عسکری کی خواہش سے اسکو بھی کامران کے پاس رہنے کی اجازت دیدی۔

گلبدن بیگم لکھتی ہے "دونوں بھائیوں کے پُر از محبت آنسوؤں اور معانقوں نے وہ تمام ممالک واپس دلا دیئے جو ہاتھوں سے نکل گئے تھے اور آزادی عطا کر دی ہمایوں نے کامران کو لاب کا علاقہ جاگیر میں عطا کر دیا لیکن مرزا نے اسکو پسند نہ کیا اور جو شخص جاگیر کا پروانہ لیکر حاضر ہوا تھا اس سے کہا "کیا میں کابل اور بدخشاں کا بادشاہ نہیں تھا اب تو بدخشاں کا ایک معمولی سا ضلع ہے یہاں کیونکر بسر ہوگی" ایلچی نے دل میں کہا میں نے کامران کو دانشمند انسان سنا تھا "پھر ایلچی نے عرض کیا "حضور نعمت بے بہا مل گیا"

اس موقع پہ ہمایوں نے عسکری کو بھی جاگیر عطا کی اور دونوں بھائیوں کو ایک دوسرے کا ہمسایہ بنا کر ہمایوں ۹۵۳ھ میں کابل کو واپس چلا آیا۔

ہمایوں نے ۱۵۴۹ء میں ازبکوں اور بلخ کے خلاف ایک نقشہ جنگ ترتیب دیا یہ جنگ چونکہ مذہبی رنگ رکھتی تھی اسلئے بہت جلد اس کا اہتمام ہوگیا اور شاہی لشکر نے اس میں کافی جوش سے کام لیا۔

جنگ بلخ کے آغاز کا واقعہ نہایت دلچسپ صورتوں کا بیان ہے کہ موسم بہار کا انتظار کیا جا رہا تھا اور اسکے انتظار میں لوگوں کی آمد رکی ہوئی تھی آخر وہ وقت آگیا بہار نے جنگل اور باغات کو بہشت بریں بنا دیا سبزہ کی شادابی و تروتازگی نے خواتین کے دلوں میں بھی سیر و تفریح کا جذبہ پیدا کیا اور انہوں نے جاہا نے خواہش ظاہر کی کہ کوہستان میں ریواج کا موسم شباب پر ہے انکو بھی سیر و تفریح کی اجازت دیجائے خواتین کی یہ خواہش گویا اس امر کا اشارہ تھا کہ اب لشکر شاہی کو آگے بڑھنے کا حکم دیا جائے اور کوہستان پہنچکر جہاں ریواج پیدا ہوتا ہے ریواج کے ذائقہ سے کام و دہن کی دعوت کیجائے۔

گلبدن بیگم نے خواتین کی سیر و تفریح اور اس پھل کے کھانے کا واقعہ نہایت دلچسپ طریقہ پر لکھا ہے جس سے دربار کے خانگی تعلقات پر خاص روشنی پڑتی ہے۔

ہمایوں نے کوہستان پہونچکر خواتین کو سیر و تفریح کی اجازت دیدی اور وہ ریواج کھانے اور مناظر سے لطف اٹھانے میں اسقدر منہمک ہوئیں کہ خزانے آبشار کے قریب تک پہنچ گئیں اور پھر واپس چلی آئیں۔

عہ ریواج ایک کھٹے میٹھے درخت کا پھل ہے جو کوہستان میں پیدا ہوتا ہے بعض کہتے ہیں کہ سرخ رنگ کا پھل ہے اور بعض شکر قندی کی مانند بتلاتے ہیں یہ اسی طرح کھایا جاتا ہے جس طرح ہندوستان میں جنگلی بیر کھائے جاتے ہیں اور جنگلوں میں جاکر اس ذریعہ سے سیر و تفریح کیجاتی ہے۔

بلخ پر حملہ کیلئے لشکر شاہی کی روانگی جس وقت ہوئی تھی اسکو منحوس خیال
کیا جاتا ہے اور وہ واقعی منحوس تھا کامران نے اس جنگ میں شرکت نہیں کی اور
وعدہ اس نے ہمایوں سے کیا تھا اس کو توڑ دیا پھر گل چہرہ کا دوسرا خاوند بھی جو
ایک ازبک شہزادہ تھا کسی مخالفت کے سبب شاہی لشکر سے بھاگ گیا نتیجہ
ہوا کہ دشمن کے سامنے آنے سے پہلے شاہی لشکر میں انتشار پیدا ہوگیا اور
بہت سے لوگ بھاگ کھڑے ہوئے۔

ادھر کامران کابل کی آبادی پر ظلم وستم کرنے میں مصروف تھا اور ادھر شاہی
لشکر کے بہت سے آدمی واپس چلے گئے صرف ہمایوں کی تنہا ذات رہ گئی تھی
اس حالت میں ازبکوں نے ہمایوں کے ساتھیوں پر حملہ کیا اور بہت لوگوں کو
جو میدان جنگ سے بھاگ رہے تھے پکڑ کر کاٹ ڈالا اس معرکہ میں ہمایوں کا
گھوڑا بھی زخمی ہوا اور اسکو ناکام ہو کر واپس آنا پڑا وہ جب کابل پہنچا ہے تو کامران
وہاں موجود نہ تھا۔

۱۵۴۸ء میں جو واقعات پیش آئے ان کا ذکر جوہر کے الفاظ میں مناسب ہے
وہ کہتا ہے کہ مرزا کامران بڑے ارادے اور فساد کی نیت سے اطراف ملک میں
پھر رہا تھا کہ تلقرق قبچاق تھی اس سے ہمایوں کی مڈبھیڑ ہوگئی دونوں میں مقابلہ ہوا
اور آخر کامران نے ہمایوں کے ساتھیوں کو منتشر کردیا۔

کامران اور ہمایوں کی اس جنگ میں بہت آدمی مارے گئے کامران کی
بیویاں اور لڑکیاں جنگ کے منظر کو ایک بلند مقام سے دیکھ رہی تھیں اور فتح وشکست
کا منظر ان کے نگاہوں کے سامنے تھا جوہر کا بیان ہے کہ اسوقت کامران کے
حرم کی خواتین اپنے سروں پر پگڑیاں باندھے ہوئے تھیں لیکن چونکہ پگڑیاں تھوڑی
گرم ہوا سے محفوظ رہنے کیلئے باندھی ہوں لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خواتین

یہاں کیوں موجود نہیں۔ اسکا جواب غالباً وہ تاریخی واقعہ ہوگا جسکا ذکر تزک بابری میں پایا جاتا ہے اور جو سلطان حسین بائے قرا کی بیوی سے تعلق رکھتا ہو۔ اور وہ واقعہ یہ ہے کہ شہربانو سلطان بیگم مرزا کی لڑکی اس جنگ میں جو سلطان حسین اور شہربانو کے بھائی محمود مرزا کے درمیان ہوئی تھی اپنے شوہر سلطان حسین کی دوسری بیویوں کے ساتھ اس جنگ میں شریک تھی حسین کی دوسری بیویوں کی طرح اس نے بھی سر پر دستار باندھ رکھی تھی اور گھوڑے پر سوار تھی اسلئے کہ اگر ضرورت ہو تو فوراً بھاگ سکیں لیکن جب شہربانو نے یہ دیکھا کہ اس کے بھائی کو فتح اور شوہر کو شکست ہوئی ہے تو وہ ایک محافہ میں سوار ہو گئی تاکہ آرام سے اسی میں بیٹھی رہی جنگ ابھی جاری تھی اور آخری فیصلہ قریب تھا کہ سلطان حسین شہربانو کو محافہ میں آرام و سکون کے ساتھ بیٹھے دیکھ کر جل گیا وہ اسکی غیر ہمدردانہ روش کو دیکھکر اسقدر سخت شبہ ہو گیا کہ فوراً اس کو طلاق دیدی۔

غالباً کامران کے حرم کی خواتین بھی جنگ کے منظر کو اسی نقطہ نظر سے دیکھتی ہونگی تاکہ قسمت میں جو کچھ لکھا ہوا ہے اسکے مقابلہ کیلئے تیار رہیں۔

اس جنگ میں ہمایوں بھی بہت زخمی ہوا اور غیر متوقع طور پر بہت زیادہ زخمی ہوا خضر خواجہ اس جنگ میں ہمایوں کے ساتھ تھا وہ اور میر سید بیرکہ ترمذی نے ایک دوگھوڑے پر ہمایوں کو چڑھایا اور کیونکہ ہمایوں زخموں سے چور تھا اور اس میں خود گھوڑے پر سوار ہونے کی قوت نہ تھی۔

مختصر یہ کہ خضر خواجہ اور میر سید اس خطرناک موقع پر سے ہمایوں کو نکال لائے اور اسکو بہت کچھ تسکین دی اور ہمت بندھا کر دوسرے شہزادوں کے پیچھے سب روانہ ہوئے جو اس جنگ میں سخت مصائب برداشت کرکے واپس ہو گئے تھے ہمایوں کے زخموں میں سر کا زخم خطرناک تھا بابر بھی ایک مرتبہ ایسا ہی

زخمی ہوا تھا لیکن اس کا زخم بہت معمولی تھا اور پگڑی نے اس کے سر کو محفوظ رکھا تھا
ہمایوں نے محفوظ مقام پر پہنچ کر اپنے خون آلود لبادے کو اتارا اور ملازم کو دیدیا
ملازم نے اس لبادے کو وہیں چھوڑ دیا معلوم نہیں کیونکر اور کس طرح اس لبادہ کو
کامران مرزا کے پاس پہنچایا گیا جس نے اس سے غیر معمولی فائدہ اٹھایا اور وہ لبادہ
کو لیکر کابل پہنچا اور لوگوں نے کہا کہ ہمایوں مر گیا ہے اور یہ لبادہ اس کی موت کا ثبوت
ہے اور اس طرح وہ پھر ایک مرتبہ کابل پر قابض ہوگیا۔

جوہر نے ان تباہیوں بربادیوں اور مصائب کی داستان خوب لکھی
ہے جن میں ہمایوں اس وقت مبتلا تھا وہ لکھتا ہے کہ اس جنگ میں ہمایوں نے
اپنے پڑاؤ کے سارے ساز و سامان کو ضائع کر دیا تھا اور تمام ضروری اشیاء
برباد ہوگئی تھیں۔

ہمایوں زخمی ہونے کے بعد ساری رات سردی میں بیمار رہا اور سخت تکلیف نے
اسکے چہرہ کے رنگ کو زرد کر دیا صبح کے وقت معتمد لشکریوں نے جو حاجی محمد کوکہ
کے ماتحت تھے ہمایوں کو اٹھایا اور ایک محفوظ تر مقام پر لے گئے جہاں اسکو دھوپ
میں بٹھا کر اسکے زخموں کو دھویا گیا اور پھر ایک گمنام شخص نے جو پیشہ ور تھا ہمایوں کیلئے
اپنے لبادہ کے بجائے اس نے اپنے ایک ملازم کا لبادہ لیکر پہنا پھر اس مقام
کی ایک سن رسیدہ عورت آئی اور اس نے ہمایوں کی خدمت میں ایک پائجامہ
پیش کیا تاکہ وہ اسکو پہن لے اور خون آلود پائجامہ کو جسم سے اتار دے ہمایوں نے
یہ پائجامہ جو حقیقت میں زنانہ پائجامہ تھا اس سے لے لیا اور ساری عمر کے لئے
اسکی زمین کے محاصل معاف کر دیئے۔

مورخین کا بیان ہے کہ نماز پڑھنے کے بعد ہمایوں ابھی قبلہ رخ ہی بیٹھا تھا
کہ اسکے ساتھیوں میں ایک شخص جس کا نام سلطان محمد قراول تھا اسکے سامنے آیا

اصل ان رسوم کی ادائیگی کی اجازت چاہی جو اسکے باپ نے اسکی علالت کے زمانہ میں ادا کی تھیں اس نے ادب سے عرض کیا کہ میں آپ پر اپنی جان قربان کرنے کے لئے تیار ہوں۔ جب ہمایوں نے اسکی عقیدت و وفاداری دیکھا تو خوش ہوا اس سے مہربانی و سلوک کا وعدہ کیا۔

تقریباً تین ماہ تک کابل میں اس امر کا یقین رہا کہ ہمایوں مر گیا۔ ہمایوں کی موت کی خبر غم و اندوہ اور خوشی دونوں پر مشتمل تھی وہاں کوئی شخص ایسا نہ تھا جو صحیح کیفیت بتانے والا ہوتا اور نہ کوئی یہ رائے ظاہر کرنے والا تھا کہ ہمایوں کے مرنے کی خبر بالکل غلط ہو سکتی ہے۔ بعض کابل میں جو فوجی افسر تھے انکی بڑی تعداد کامران کا ساتھ دینے پر آمادہ تھی لیکن ان کی وفاداری اور اطاعت بالکل مشتبہ تھی۔

اگلی مرتبہ اکبر پھر کابل کے ساتھ اپنے چچا کے ہاتھوں میں آیا ہمایوں کی مخالفتوں اور جنگوں کی کسی نے پرواہ نہ کی اور اکبر کی حفاظت میں ہمایوں کی مخالفانہ روش کا کبھی خیال نہیں کیا گیا کامران اور عسکری دونوں کو اس کا خیال تھا لیکن مورخین کا دوسرا بیان یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ کامران نے اکبر کو ہمایوں کی توپوں کے سامنے ڈالدیا تھا گلبدن بیگم بھی اس واقعہ کی تائید کرتی ہے لیکن اس نے اس واقعہ میں ماہم انگہ کے حصہ لینے کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے جس کی نسبت مورخین کا یہ بیان ہے کہ جب اکبر کو ہمایوں کی توپوں کے سامنے ڈالدیا گیا تھا تو اس نے اکبر کو بچانے کیلئے اپنے آپ کو آگے کر دیا تھا۔

اس واقعہ سے قطع نظر کر کے یہ ماننا پڑے گا کہ اکبر کے ساتھ بہترین سلوک کیا گیا تھا عسکری مرزا کی بیوی جس نے قندھار میں اکبر کی پرورش کیا تھا اکبر پر غیر معمولی طور پر مہربان تھی پھر کامران کا اکبر کو شاہزادہ کے سپرد کرنا بھی یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ اکبر کو کسی قسم کا نقصان پہنچانا نہیں چاہتا تھا۔

مختصر یہ کہ اکبر کئی بار اپنے چچا کے ہاتھوں میں آیا اور لوگوں نے اسکی حفاظت کی یہاں تک کہ وہ ان ایام میں بھی اس بے مہریاں ماں جبکہ اسپر حملہ کرکے اسکو مشتعل کیا گیا۔

خود کامران کا بھی ایک لڑکا تھا اور یہ امر کسقدر حیرت انگیز ہے کہ جب کامران ہمایوں کے اقبال و عروج کو پستی میں تبدیل کرنے سے عاجز رہا اور اسکی کوئی کوشش کامیاب نہ ہوئی تب بھی اس نے اکبر کو کوئی تکلیف نہ دی قرین قیاس تو یہ ہے کہ ناکامیوں کے بعد کامران اکبر کو ماں غالباً وہ اپنے لڑکے کیلئے استہ کو صاف کر دیتا۔

کامران کی شخصیت پر جو الزام عائد کئے جاتے ہیں اگر کامران کی زندگی کے واقعات پر بغور گہری نظر ڈالی جائے تو ان میں بہت کچھ تخفیف ہو سکتی ہے مثلاً اکبر کی حفاظت کا واقعہ اور کابل میں خطبہ کا نسبت کامران کا نام نہ بدلنے کا معاملہ آخری واقعہ کی نسبت مورخین کا بیان یہ ہے کہ اگرچہ کامران نے اپنے خاندان کی خواتین سے اس امر کی خواہش ظاہر کی تھی کہ خطبہ میں اس کا نام پڑھا جائے کامران کابل پر کامل اقتدار رکھتا تھا اور وہ ہر طرح اسکا مختار تھا کہ کابل پر اپنے حکمران ہونے کا اعلان کرے لیکن اس نے اپنے اختیارات سے کام نہیں لیا اور اس معاملہ کو شاہی خاندان کی خواتین کی رائے پر چھوڑ دیا اس بحث نے شاہی خاندان کی خواتین میں اسقدر طول کھینچا کہ دلدار بیگم سے لیکر حمزادہ تک اسکی نوبت پہنچ گئی۔

ہمایوں نے ان ایام کو اندراب میں بسر کیا مگر کا زخم بتدریج بھر رہا تھا وہ منتشر شدہ لشکر واپس آ کر جمع ہو رہا تھا سلیمن اور ابراہیم بھی یہاں موجود تھے یا نہیں اسکی شہادت تاریخ سے نہیں ملتی۔

ہمایوں کے منتشر شدہ لشکر کو فراہم کرنا اور ہمایوں کی شکست خوردہ طاقت کو بحال کرنا حقیقت میں حرم بیگم کا کام تھا اسنے بہت تھوڑے سے

دھصہ میں خزانے آ دینگو فراہم کیا اور جلد سے جلد سپاہ کے ساز و سامان کی تکی اٹھا کر لیا گلبدن بیگم کے بیان سے کہ صرف حرم ہی کا یہ سارا نمایاں کام تھا اور کسی دوسرے شخص کی اس میں عقلاً و عملاً کوئی شرکت نہ تھی اسنے ہمہ تن متوجہ ہو کر اس کام کو کیا اور شاید کو جمع کر لیا پھر اسی نے درہ کے تنگ راستوں سے لشکر کو نکالا اور تمام ضروری کاموں کو انجام دیکر غائب ہو گئی۔

غالب گمان یہ ہے کہ سلیمن اور ابراہیم بھی ہمایوں کے ساتھ تھے اور ہمایوں کی مدد کیلئے حرم نے امدادی فوج بھی روانہ کی تھی۔

ایک مرتبہ ہمایوں کو جس جنگ میں حصہ لینا تھا وہ اشترگرام کی جنگ تھی جس سے ابتداءً ہمایوں نے پہلو تہی کی تھی لیکن کامران کا افسر خاص قراچہ خان جنگ کو روکنے کے بجائے شروع کرنے پر مصر تھا اس جنگ میں کشت و خون کا بازار خوب گرم ہوا اور فریقین کے بہت سے آدمی تلف ہوئے یہ تماشا قراچہ خان دیکھنا چاہتا تھا۔

ہمایوں نے معاملہ کو صلح سے سلجھانا چاہا لیکن چونکہ صلح میں کامران اور قراچہ کیلئے کابل کے سوا اور کچھ نہ پڑتا تھا اسلئے ابتدائی سفارت ناکام رہی دوسری سفارت نے یہ کوشش کی کہ ہمایوں کے لڑکے اکبر کی شادی کامران کی بھتیجی بیٹی (غالباً عائشہ) کے ساتھ ہو جائے اس تجویز کو پیش کرتے ہوئے سفارت نے یہ ظاہر کیا کہ اس صورت میں کابل کی حکومت گویا کامران کی بیٹی کے ہاتھ میں رہیگی پھر سفارت نے یہ بھی کہا کہ باہم صلح ہو جانے کے بعد ہمایوں اور کامران کے لشکر متحد ہو کر ہندوستان کی طرف بڑھیں اور ہندوستان سے مقبوضات کو واپس لیں لیکن سفارت کی ان مساعی کا کوئی نتیجہ نہ نکلا اور وہ واپس چلی گئی اسکے بعد قراچہ خان نے شور و غوغا شروع کیا کہ کابلی جنگ سے تنگ ہیں اور ہمکو جنگ پر مجبور کر رہے ہیں

آخر کامران اور ہمایوں کے لشکر میدان میں آ گئے جنگ ہوئی اور سلطان خلیق نے حق جانبازی ادا کیا لیکن کامران کا لشکر ہمایوں کی سپاہ پر غالب نہ آ سکا اور کامران کو شکست فاش نصیب ہوئی اس جنگ تلنگہ میں سب سے بہتر نتیجہ یہ ہوا کہ اکبر ہمایوں کی حمایت و حفاظت میں آ گیا اور جو خطرہ اس جنگ کے بعد کامران کے پاس رہنے میں اس کی جان کے لئے پیدا ہو گیا تھا وہ جاتا رہا ہمایوں نے اپنے نونہال کو پانے کی خوشی میں دل کھول کر خیرات کی اور آئندہ کے لئے اسکا عہد کیا کہ اب وہ اکبر کو کبھی اپنے سے علیحدہ نہ کرے گا۔

جنگ کے بعد خوش قسمتی سے ہمایوں کو اپنی ایک گرانقدر نقصان شدہ چیز ملی انہی مال غنیمت میں سے جب اپنا حصہ طلب کیا تو اس کو دو اونٹ ملے جنکے سامان کو دیکھا تو ان اونٹوں پر کتابیں لدی ہوئی تھیں یہ وہ کتابیں تھیں جنکو ہمایوں قبچاق میں کھو بیٹھا تھا ان میں زیادہ تعداد تو شعراء فارس کے دواوین کے قلمی نسخوں کی تھی ہمایوں فنون لطیفہ مصوری، موسیقی، شاعری اور سنگ تراشی کا بہت شائق تھا اور شعراء کے کلام سے خاص دلچسپی رکھتا تھا کتابوں کا یہ خزانہ ملجانے سے ہمایوں کو بے انتہا خوشی ہوئی۔

کامران نے شکست کھا کر پھر ہمایوں کے خلاف جد و جہد شروع کی بیسویں نومبر ۱۵۵۱ء کو اس نے ہمایوں کے لشکر پر شبخون مارا جس نے ہندال کی زندگی کا خاتمہ کر دیا اس کے بعد اس نے ہندوستان کے بادشاہ سلیم شاہ سے مدد طلب کی لیکن وہ اس کوشش میں ناکام رہا جس سے سکو مندنی آخر گکھڑوں کے علاقہ میں پکڑ کر گرفتار کر لیا گیا اور ہمایوں کے پاس لایا گیا اور امرائے شاہی کے اصرار سے اگست ۱۵۵۳ء کو اس کی دونوں آنکھیں نکال لی گئیں اور اس کو مکہ معظمہ جانے کی اجازت دیدی گئی۔

تمام مؤرخین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ کامران کے ساتھ اس کی بیوی ماہ چوچک کو بھی مکہ معظمہ روانہ کیا گیا تھا اور ایک ہمایوں کا خاص ملازم چلما بیگ بھی اس کے ساتھ تھا کامران نے چار مرتبہ حج کیا اور ۵ اکتوبر ۱۵۵۷ء کو اس کا انتقال ہو گیا

کامران کے بعد اس کی بیوی ماہ چوچک صرف سات مہینے زندہ رہی پھر اس کا بھی انتقال ہو گیا۔

کامران کے ساتھ مکہ معظمہ اس کی اور بیویاں بھی گئی تھیں یا نہیں تاریخوں میں اس کا کوئی ذکر نہیں لیکن میرا خیال ہے کہ دوسری بیویوں نے بھی اس کے ساتھ وفاداری کی ہو گی وہ بھی ضرور اس کے ساتھ گئی ہوں گی کہا جاتا ہے کہ ماہ چوچک کے باپ نے ماہ چوچک کو جانے سے روکا تھا لیکن اس نے باپ سے صاف کہہ دیا کہ میرا فرض منصبی ہے کہ میں اپنے شوہر کے ساتھ جاؤں اور میں ضرور جاؤں گی۔

کامران اگر اپنی زندگی کے حالات لکھتا تو وہ نہایت دلچسپ ہوتے وہ اپنے ارادوں۔ خواہشات جذبات۔ واقعات کی صحت اور غلطی رائے پر جنگوں میں شکست و فتح۔ نابینا کر دیئے جانے کا واقعہ اور موت سے پہلے دینی فرائض کی انجام دہی وہ ان تمام امور کے متعلق بالتفصیل سے لکھتا اور اس صورت میں ہمارے سامنے ایک ایسا مواد ہوتا جس پر ہم آسانی کے ساتھ بحث و گفتگو کر سکتے تھے لیکن اب ہم بالکل تاریکی میں ہیں اور کوئی مناسب فیصلہ ناممکن ہے۔

جو واقعات تاریخوں میں ملتے ہیں ان کی بنا پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ کامران نے قتل اور فریب دہی کا بیشک ارتکاب کیا ہے اس نے بد عہدی بھی کی ہے اور اس کی شخصیت ان افعال سے کبھی بھی دلکش نہیں ہو سکتی لیکن کابل پر تصرف و اقتدار قائم رکھنے کے واقعات کا جہاں تک تعلق ہے وہ اپنے تمام کاموں میں حق بجانب تھا کامران کا کوئی درباری مؤرخ نہ تھا اس لئے بہت ممکن ہے کہ اس پر جو الزامات لگائے گئے

گئے ہیں ان میں مبالغہ بھی ہو اور یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ ہمایوں کے نقائص کامران کی کمزوریوں کے مقابلہ میں نمایاں نہ ہو سکے ہوں۔

کامران کی زندگی کے خاتمہ کے ساتھ واقعات کی پیچیدگی کے سلسلہ کا بھی خاتمہ ہو جاتا ہے اب اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان وفادار بھائیوں کا بھی چند الفاظ میں ذکر کر دیا جائے جو ہمایوں کے وفادار رہے ہیں۔

عسکری مرزا جس کو بدخشاں کا علاقہ دے دیا گیا تھا [illegible] اس کو بھی کہ معظمہ چلے جانے کی اجازت دے دی گئی اس نے وہ [illegible] میں انتقال ہو گیا اور ہندال عرصہ دراز تک [illegible] کا منظور نظر رہے یہاں تک کہ [illegible] مخالف [illegible] ان کی [illegible] کمزور ہو کر ٹوٹ گئی اور اس کی جگہ دوسری شاخ الٰہی کی صورت میں خود [illegible] اس کے سرداروں نے ایک تاریخ بنا دیا۔

چوتھی فصل

کچھ حرم بیگم کے متعلق

اب ہم پھر پچھلے زمانہ کے واقعات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جن کا تعلق حرم اور دیگر خواتین سے ہے واضح ہو کہ ۱۵۵۱ء میں سب سے آخری بچے بخشی بانو کی نسبت حرم کے لڑکے ابراہیم سے قرار پائی تھی یعنی حرم بخشی بانو ابراہیم مرزا کے بچپن ہی سے خواہاں تھیں لیکن اس کے ساتھ ہی شخصیت کی تقویت بھی [illegible] تھے حرم کی [illegible] اس قدر وابستگی تھی کہ اگر ان کو [illegible] آ جاتی تو [illegible] نہ ہوگا۔ ہمایوں [illegible] سلیمان مہمنت فتح ماسن کرنے کے بعد کابل میں اقامت پذیر تھا اور سلیمان [illegible]

کے ایام بسر کر رہا تھا کہ اسنے ایک شخص کو حرم کی خدمت میں یہ پیام دیکر روانہ کیا۔ وہ چاہتی تھی کہ شہزادہ مرزا ہندال کی شادی اسکے ساتھ کر دے۔ حقیقت میں یہ پیام دو شخصوں سے متعلق تھا کیونکہ دوسرے خیال میں اسکے اہل نسب یادگار شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور حرم علیم تھے۔ ایک توران میں سے خواجہ جلال الدین محمود تھا جو کہ تخت نشینی کے وقت دو ہزار پانچ سو سپاہیوں کا افسر تھا اور دوسرے علی دوست تھا جس نے ۹۵۲ھ میں جبکہ ہمایوں تخت پر بیٹھا تھا اسکی غیر معمولی خدمت کی تھی۔

حرم بیگم جس نے بدخشان کی سرداری بہت حسن سے کیا ایک ایسی عورت تھی جس کی رگوں میں سکندر کا خون موجزن تھا یہ ایک قبیلے کے سردار کی لڑکی تھی جب ہمایوں سکندر اس کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس نے پوچھا "خاندان شاہی کی کوئی بیگم یا خاتون اس غرض کیلئے کیوں نہیں؟ ہم جانتی تھی کہ ان پیام رسانوں بھیجنے سے ہمارا مقصد اس کا نقشہ نہیں ہے شاید اسلئے کہ ہمایوں نے حال ہی میں اپنی لڑکی کی شادی اس کے لڑکے کیساتھ کی تھی۔

آخر حرم بیگم نے پیام رسانوں کے ہاتھ کہلا بھیجا کہ ہمایوں خود آئے اور اپنی دلہن کو لیجائے۔

حرم کے خاندان سے ہمایوں کے خاندان کے تعلقات قائم ہونے کے سلسلہ میں یہ بھی قابل ذکر ہے کہ مرزا ایک بیوی محترمہ خانم چغتائی بھی کامران کے مرنے کے بعد سلیمان نے اس سے شادی کرنی چاہی تھی لیکن حرم نے اس کو پسند نہ کیا اور اپنی بہو بنانے کیلئے اسکی ابراہیم کی شادی کردی۔

پانچویں فصل

ہندال کی موت کا اثر گلبدن پر

کامران نے ۲۰ نومبر ۱۵۵۱ء کو ہمایوں کی سپاہ پر شب خون مارا تھا جس میں ہندال مارا گیا تھا گلبدن بیگم کو ہندال کی موت کا سخت صدمہ ہوا۔ ہمایوں نامہ میں گلبدن بیگم اس واقعہ کا ذکر نہایت درد انگیز الفاظ میں کرتی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتی ہے کہ "یہ نوشتہ و بہرے مرگ اور خوب کر اس شب خون میں کیوں نقصان نہیں پہنچا اور بجلی صف میرے بھائی پر ہی کیوں گری۔"

گلبدن بیگم کے ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسکو ہندال کی موت کا غیر معمولی صدمہ ہوا تھا اور وہ ہندال کی موت کو ایک ایسا واقعہ خیال کرتی تھی کہ اسکے مقابلہ میں شوہر اور بیٹے کی موت کوئی اہمیت نہیں رکھتی تھی۔

خاندان شاہی کی خواتین کیلئے وہ زمانہ نہایت تکلیف اور اذیت رساں تھا جبکہ کامران کی بدولت انہوں نے ہمایوں کا سوگ منایا تھا ہمایوں اگرچہ صرف زخمی ہوا تھا لیکن کامران کے آدمیوں نے اس کی موت کی خبر مشہور کر دی تھی اور تین ماہ تک شاہی خواتین اس کے سوگ میں رہی تھیں پھر کامران ہی کی بدولت ان کو ہندال کی موت کا سوگ بھی منانا پڑا تھا۔

ہندال کو خضر خواجہ کی جاگیر واقع جوئے شاہی کے قریب دفن کیا گیا تھا پھر اسکی نعش کو کابل پہنچایا گیا اور بابر کے قریب دفن کیا گیا۔ ہندال کی عمر اس وقت بتیس سال کی تھی اور صرف ایک لڑکی اسکی یادگار تھی جس کا نام رقیہ بیگم تھا۔ رقیہ بیگم سے اکبر کی پہلی شادی ہوئی اور اس نے بڑی عمر پائی اکبر کی وفات کے بعد بھی یہ زندہ رہی اور چھیاسی سال کی عمر پائی۔

بدقسمتی سے گلبدن بیگم کی کتاب ہمایوں نامہ کا خاتمہ ناقص ہونیکی وجہ سے ایک بہت تشنگی کا باعث ہوتا ہے۔ اس میں جو واقعات مذکور ہیں وہ صرف کامران کے اندھا کئے جانے تک محدود ہیں ہمایوں نامہ کا جو نسخہ دستیاب ہوا ہے وہ صرف وہ نسخہ ہے جو برطانوی عجائب خانہ میں موجود تھا اس کے گمشدہ صفحات نہایت صد انگیز ہیں۔

ہمایوں نامہ میں اکبر کی تخت نشینی سے تین سال قبل کے حالات نہیں پائے جاتے اکبر کی تخت نشینی سے ایک سال بعد گلبدن بیگم ہندوستان گئی ہے اور انہوں نے ہمایوں نامہ میں اکبر کے عہد کے واقعات قلمبند کئے ہیں۔

چھٹی فصل

ہندوستان پر قبضہ

ہمایوں کو جب اپنے بھائیوں کی طرف سے اطمینان ہو گیا تو اس نے ۱۵۵۴ء میں پھر ہندوستان کا رخ کیا وہ ماہ نومبر ۱۵۵۴ء کو کابل سے روانہ ہوا یہ تاریخ بابر کے ہندوستان پر حملہ آور ہونے کی تاریخ ۱۵۲۵ء سے اس قدر مناسبت و مشابہت رکھتی ہے کہ ان دونوں حملہ آوروں کی نسبت یہ کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے ندائے غیب پر لبیک کہنا شروع کیا تھا

ہمایوں اکبر کو ساتھ لیکر سکون و طمانیت کے ساتھ دریا کے کنارے کنارے جلال آباد ہوتا ہوا پشاور پہنچا دریائے اندس کے اس پار پہنچنے پر ایک فاتح حملہ آور کیطرح ہندوستان کیطرف بڑھنے کے واقعات مسٹر ارسکن نے نہایت تفصیل سے لکھے ہیں جنکو نقل کرنے کی یہاں کوئی ضرورت معلوم نہیں ہوتی مختصر یہ ہے کہ ۲۳ جولائی ۱۵۵۵ء کو دہلی میں ہمایوں کی شہنشاہی کا اعلان کر دیا گیا

اس زمانے کے واقعات میں سب سے اہم واقعہ ترکی امیر البحر سیدی علی رئیس کی
آمد کا واقعہ ہے یہ سلیمان اعظم ترکی خلیفہ کا امیر البحر تھا اس کے ساتھ پچاس
نفر اور چند غلام بھی تھے یہ سورت سے لاہور آیا اور پھر ہندوستان کے مقامات
کی سیر کر کے ترکستان واپس چلا گیا ہندوستان کے مسلمانوں نے اسکو خوش
آمدید کہا اور خوب خاطر و مدارات کی۔

ترکی امیر البحر نے اپنے سفرنامہ میں ہندوستان کے حالات بھی لکھے ہیں
جن میں کئی جگہ اس سے غلطیاں ہوئی ہیں وہ جب ہندوستان سے سلطان حسین
ارغون کے پاس پہنچا تو وہاں اسکا شاندار استقبال ہوا تھا حسین ارغون کی نسبت
اس نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے کہ اسنے چالیس سال حکومت کی حکومت کے آخری پانچ سالوں میں
وہ مستقل بیمار ہو گیا تھا کہ گھوڑے پر سوار نہ ہو سکتا تھا اور باہر آنے جانے کیلئے کشتیاں
استعمال کرتا تھا۔ ایک اور مقام پر وہ شاہ حسین ارغون کی نسبت لکھتا ہے کہ "اسکو ایک
خاص قسم کا بخار آتا تھا اور اس بخار سے اپنی زندگی کو بچانے کے لئے وہ پانی کے اندر بیٹھا
رہتا تھا" ترکی امیر البحر کے سفرنامہ میں جو چیز سب سے دلچسپ ہے وہ ہندوستان کے اندر
اسکے پچھلے سفر کے حالات ہیں یعنی سورت سے لاہور کا سفر لاہور میں وہ ماہ اگست
میں آیا تھا جبکہ ہمایوں کو ہندوستان پر قبضہ کئے ہوئے صرف تھوڑے ہی سے دن
ہوئے تھے لاہور میں وہ ہمایوں کے ایک دستے سے ملا اور شاہی احکام کا انتظار کرنے
لگا لاہور کے گورنر نے اسکو تھوڑی مدت ٹھہرا لیا تھا اور چاہتا تھا کہ ہمایوں آ کر اس سے ملاقات
کرے ہمایوں نے دہلی پہنچ کر ترکی امیر البحر کو طلب کیا اور اسکے استقبال کو ذی منصب جماعت
بھیجی دہلی کے باہر خان خاناں نے دوسرے جلیل القدر امرا اور ایک ہزار
سپاہیوں اور چار سو ہاتھیوں کے ساتھ اسکا استقبال کیا خان خاناں نے اسکے ساتھ کھانا
کھایا اور پھر امراء سے اسکا تعارف کرایا۔

ہمایوں کا ارادہ تھا کہ اپنے ندیم ہمان کو روک لے اور مستقل طور پر اس کو اپنے پاس رکھ لے اور یہ ممکن نہ ہو تو جس قدر مدت تک وہ قیام کر سکے اسکو اپنے پاس ٹھہرائے تاکہ اس سے کسوف و خسوف اور عرض البلد کا صحیح درجہ وغیرہ معلوم کرنے میں مدد حاصل کرے اور ہمارے نجومیوں کو آفتاب کی رفتار کا راستہ اور منطقہ حارہ کے مقامات دریافت کرنے میں اس سے مدد ملے۔

ہمایوں ترکی امیر البحر کو اپنے پاس اسلئے بھی رکھنا چاہتا تھا کہ وہ چغتائی خاندان کی ترکی زبان میں بہترین شعر کہتا تھا اور ایک قابل مؤرخ بھی تھا اور ہمایوں نے اسکو علی شیر نوائی دوم کا لقب عطا کیا تھا۔

ترکی امیر البحر نے دہلی پہنچکر پہلے ہی ہفتے میں فتح دہلی کی تاریخ کہی اسکے علاوہ اور تاریخیں بھی کہیں جن کی اسکو خاطر خواہ داد ملی یہ نہایت قابل اور ہوشیار آدمی تھا اسکا ادبی میلان اور علمی قابلیت ہمایوں کو غیر معمولی طور پر پسند ہوئی۔

شاعری اور تاریخ گوئی کے علاوہ ترکی امیر البحر دوسرے علوم میں بھی کافی دستگاہ رکھتا تھا اور اس کو اگر ایک شاعر کے بجائے ایک مصنف کہا جائے تو زیادہ موزوں ہوگا انہیں علوم و فنون کے کمال نے اسکو ہر جگہ عزیز بنا دیا تھا چنانچہ محمود بھکری اور ہمایوں کے درمیان دوستانہ تعلقات کا موجب بھی ہوا سلطان محمود بھکری اسکا بڑا مہربان تھا جس نے ہمایوں کی خدمت میں ایک خط لکھا تھا اور اسکے ہاتھ روانہ کیا تھا جب یہ خط ہمایوں کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے اپنی انگلی زعفران میں ڈبوکر خط کی تحریر پر رکھدی جو خوشنودی مزاج کی علامت تھی سلطان محمود کو اسکا علم ہوا تو وہ بہت خوش ہوا اور ترکی امیر البحر کو اس اعزاز کے حصول پر شکریہ کا خط لکھا

دہلی کے قیام میں ترکی امیر البحر کے تعلقات کا دائرہ صرف بادشاہ تک محدود تھا وہ اکثر ہمایوں کے پاس رہتا اور علمیات و دیگر فنون لطیفہ سے اسکا دل

خوش کرتا رہتا تھا اپنے بادشاہ کی تعریف میں بھی غزلیات کہی ہیں اور انکو باقاعدہ بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا ہے۔

جب اسکی واپسی کا معاملہ تعویق میں پڑ گیا اور وطن کی محبت نے اسکو سفر پر مجبور کیا تو اس نے دو غزلیں کہیں جن میں روانگی کی اجازت چاہی گئی تھی اُن غزلوں کو اسنے شاہی مہر دار کی معرفت خدمت میں پیش کیا بادشاہ نے یہ غزلیں کافی توجہ سے سنیں اور اسکو انعامات دیکر رخصت کی اجازت مرحمت فرما دی۔

ترکی امیر البحر زیادہ عرصہ کے جو حالات قلمبند کئے ہیں ان میں ہمایوں کی غیر معمولی تعریف ملتی ہے یہ تعریف انعامات کا صلہ نہیں تھا بلکہ وہ محبت تھی جو ہمایوں کو ترکی امیر البحر سے تھی اور پھر وہ قدر دانی جو ہمایوں نے اس باکمال شخص کی کی تھی۔

ترکی امیر البحر ابھی دہلی سے روانہ نہ ہوا تھا کہ ہمایوں ایک حادثہ کا شکار ہوا اور اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی لیکن اس حادثہ کا اسکی روانگی پر کوئی اثر نہ پڑا اور وہ ہمایوں کی وفات کے ارکان حکومت کو مفید مشورات دیکر روانہ ہو گیا۔

ہمایوں کی موت اس کی بہادرانہ روش پر مبنی تھی وہ اپنی نوعیت میں اس اعتبار سے یگانہ تھی کہ وہ شیر شاہ کی بنائی ہوئی عمارت میں واقع ہوئی اسکی عمر کے آخری لمحے نہایت اچھے تھے اور تمام کاموں کو اسنے خوشی کیساتھ انجام پہنچایا تھا وہ اپنی وفات کے حادثہ کے دن اپنے دوستوں سے ملاقات کر چکا تھا اور ان زائرین سے بھی اسکی ملاقات ہو چکی تھی جو حال میں مکہ معظمہ سے آئے تھے ان زائروں سے وہ اپنے بھائیوں کی خیریت و حالات بھی دریافت کر چکا تھا کابل سے آئے ہوئے خطوط بھی اسکو سنائے جا چکے تھے اور آج کے واقعات سے وہ بہت خوش و مسرور تھا۔

شیر منڈل کی عمارت جسکو اس نے اپنا کتب خانہ بنا لیا تھا دو منزلہ عمارت

جس کی چھت مسطح تھی درمیان میں ایک چھتری نما چھوٹا سا گنبد تھا چھت پر جانے کے واسطے دونوں جانب بلند تنگ سیڑھیاں تھیں جن کی ہر سیڑھی نہایت چوڑی تھی۔ دونوں سیڑھیوں پر پتھر کے جنگلے تھے اور پھر زینہ کا دروازہ چھت پر لگا ہوا تھا

تعمیر کا کام ختم ہونے کے بعد ہمایوں حسب منشا شیر منڈل کی عمارت کے اوپر گیا جو لوگ زیارت کیلئے نیچے صحن میں موجود تھے انکو اپنی زیارت سے مشرف کیا اور پھر ستارہ مشتری کے طلوع ہونے کا منتظر رہنے لگا۔ بادشاہ بدو غالباً اسلئے ہوگا کہ اپنے جن کو رخصت کرنے کیلئے ساعت سعید دریافت کرے۔

جمعہ کا دن اور شام کا وقت تھا جنوری ۱۵۵۶ء کی چوبیسویں تاریخ کہ بادشاہ ہمایوں اپنے مشاغل سے فراغت کرکے شیر منڈل کی سیڑھیوں سے نیچے اترنے لگا وہ ابھی دوسری سیڑھی پر تھا کہ اسکے کانوں میں اذان کی آواز پہنچی سید علی رئیس ترکی امیر البحر کا بیان ہے کہ ہمایوں کی عادت تھی کہ جب وہ اذان کی آواز کو سنتا تھا تو دو زانو ہوجاتا تھا چنانچہ اذان کی آواز سنکر وہ دو زانو ہوگیا۔ ایک مورخ کہتا ہے کہ اسنے اذان کی آواز سنکر بیٹھنے کا ارادہ کیا تھا کہ اسکا پاؤں لباس میں الجھ گیا اور وہ سیڑھیوں پر گر گیا۔ اس کا عصا دور تک سیڑھیوں پر پھسلتا ہوا چلا گیا اور ہمایوں زینہ کے نیچے آگرا۔ اسکے بائیں کنپٹی میں سخت چوٹ آئی اور وہ بیہوش ہوگیا۔

تذکرہ نویس نے بادشاہ کے بیٹے اکبر کو خط لکھوایا جس میں ممکن ہے کہ خطرناک زخموں کا حال تفصیل سے لکھا گیا ہوگا۔ امیر البحر نے اس حادثہ کے جو حالات لکھے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ سر کے زخم اتنے سخت تھے کہ ہمایوں آخری وقت تک ہوش میں نہیں آیا اور واقعہ کے تین دن بعد یعنی ستائیسویں جنوری کو اڑتالیس سال کی عمر میں اسنے انتقال کیا۔

ہمایوں کی وفات پر ترکی امیر البحر کی زبان سے بے اختیار یہ کلمے ادا ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون یعنی ہم خدا ہی کے پاس سے آئے ہیں اور اسی کے پاس واپس جانے والے ہیں یہ کہا کہ موت سے آہنی برجوں میں بھی مفر نہیں۔

ہمایوں کی وفات کے بعد ترکی امیر البحر نے ارکان سلطنت اور خاندان شاہی کے لوگوں کو یہ مشورہ دیا کہ وہ اسوقت تک موت کے سانحہ کو مخفی رکھیں جب تک کہ اکبر دہلی نہ پہنچ جائے اس مشورے کے سلسلہ میں اسنے اپنے ملک کے چند واقعات بھی بتائے چنانچہ چند روز بعد ایک شخص کو جو ہمایوں کی شکل وصورت سے کامل مشابہت رکھتا تھا شاہی لباس میں لوگوں کو دکھایا گیا اور ظاہر کیا گیا کہ اب بادشاہ کو آرام ہے عوام کو اس سے اطمینان ہوگیا اور بادشاہ کی صحت میں جگہ جگہ خوشیاں منائی گئیں۔

ترکی امیر البحر اسکے بعد دہلی سے رخصت ہوکر لاہور کیطرف روانہ ہوگیا اور راستہ میں یہ مشہور کرتا گیا کہ اب بادشاہ کو آرام ہے۔ لاہور پہنچکر اسکو معلوم ہوا کہ اکبر کی تخت نشینی کی رسم ادا ہوگئی ہے اور جمعہ کے خطبہ میں اکبر کا نام پڑھا گیا ہے لاہور میں پھر دوبارہ ترکی امیر البحر کو بادشاہ کی اجازت حاصل کرنے کی ضرورت پیش آئی اور اسکو ٹھہرنا پڑا یہ احکام جن کے بموجب ترکی امیر البحر کو اپنا سفر شروع کرنے سے پہلے اجازت درکار تھی یا تو راستہ دہلی سے موصول ہوئے ہونگے یا مقامی حکام نے کسی مصلحت سے ان کو جاری کیا ہوگا بہر نوع چند روز بعد کلانور کے مقام پر ترکی امیر البحر کو اکبر کے حضور میں پیش کیا گیا اکبر نے اپنے باپ کے پروانہ کا احترام کیا اور وطن کی زیارت کے بھوکے ترکی سیاح کو واپس جانیکی اجازت دیدی اخراجات کیلئے کافی روپیہ دیدیا اور حفاظت کے لئے لشکر کو ہمراہ کردیا۔

کابل پہنچکر ترکی امیر البحر نے ہمایوں کے دو لڑکوں محمد حکیم اور فرخ فال کو دیکھا

بدخشی سے حصے میں پیدا ہوئے تھے ان میں سے ایک ماہ چوچک کے بطن سے تھا اور دوسرا خانش آغا خوارزمی کے بطن سے۔

سید علی رئیس ترکی امیر البحر نے کابل کو غیر معمولی خوبصورت پایا اس کے برفانی پہاڑوں۔ باغات۔ اور چشموں سے وہ اس قدر محظوظ ہوا کہ اپنے سفر نامہ میں اس نے ان کی غیر معمولی تعریف کی ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ "کابل میں ہر جگہ تفریح اور نزہت کا سامان موجود ہے۔ میوؤں کے درخت لدے ہوئے ہیں غالباً جو بات یہاں موجود ہے وہ جنت میں نہ ہوگی"

ترکی امیر البحر کو کابل میں زیادہ قیام کا موقع نہیں ملا شہر میں داخل ہو کر اُسنے نعیم خان سے ملاقات کی نعیم خان نے اسکو بتلایا کہ آپ اپنے سفر کو پہاڑی دروں میں جاری نہیں رکھ سکتے ان راستوں اور دروں سے صرف وہی لوگ گذر سکتے ہیں جو یہاں کے باشندے ہیں اسلئے بہتر ہے کہ طالقان کا راستہ اختیار کیا جائے چنانچہ ترکی امیر البحر نے طالقان ہی کے راستہ کو اختیار کیا اور وہاں سلیمان اور ابراہیم سے ملاقات کی جہاں اسکا شاندار استقبال کیا گیا یہاں ہی اسنے غزلیں کہیں اور حکمران کی خدمت میں پیش کیں۔

اب ہم ترکی امیر البحر کو طالقان میں چھوڑتے ہیں اور اس سے رخصت ہونا مناسب سمجھتے ہیں

تیسرا باب

اکبر اعظم کا عہد

پہلی فصل

خاندان شاہی کی خواتین کی تعلیم

اکبر کے سر پر جس وقت تاج رکھا گیا ہے اسکی عمر زیادہ نہ تھی لیکن ارکان سلطنت لائق اور وفادار تھے انہیں کی اعانت و سرپرستی اور سربراہی نے ہندوستان میں حکومت شروع کی اور تمام مشکلات پر قابو حاصل کر لیا۔

اکبر کا عہد شاہی خاندان کی خواتین کے لئے امن و سکون اور عافیت کا عہد تھا اب نہ انکو دشمن کے خوف سے بھاگنے کی ضرورت تھی اور نہ بے امنی و خطرات میں زندگی بسر کرنے کا موقع۔

ہمایوں نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں خاندان شاہی کی خواتین کو ہندوستان طلب کرنے کیلئے جو نقشہ تیار کیا تھا اکبر نے اپنی حکومت کے پہلے ہی سال میں اسکو فسخ کر دیا اور اس فسخ کی وجہ یہ تھی کہ ان ایام میں اکبر غداروں اور مخالفوں کی سرکوبی میں مشغول تھا ایک طرف ابو المعالی تھا جس نے اکبر کے تخت نشین ہوتے ہی مخالفت شروع کر دی تھی اور اکبر کو اسکے مقابلہ پر فوج روانہ کرنی پڑی تھی دوسری جانب سکندر افغان کی سرکشی تھی اور تیسری طرف ہیمو بقال تھا جو پانی پت میں علم بغاوت بلند کئے ہوئے تھے اکبر نے ان تینوں باغیوں کی سرکوبی میں پوری توجہ سے کام لیا اور سب کو شکست دی۔

اس طرف سے مطمئن ہو کر اکبر نے کابل سے خواتین شاہی کو لانے کیلئے امراء کو نامزد کیا اور حفاظت کے لئے فوجی افسر روانہ کئے گئے روانگی کے وقت ان امراء اور فوجی افسروں کو یہ حکم دیا گیا کہ کابل پہنچ کر وہ سب سے پہلے سلیمان مرزا کا مقابلہ کریں جو بدخشان پر قابض ہو کر کابل کی طرف آ رہا تھا اور جسکو ہمایوں کی موت کی خبر نے اس امر پر آمادہ کر دیا تھا کہ وہ جلد سے جلد کابل پر قبضہ کرے۔

سلیمان مرزا کا خیال یہ تھا کہ ہمایوں کے بعد چونکہ تیموری خاندان میں وہ سب سے بڑا سردار ہے اس لئے وہ کابل کی حکومت کا حقدار ہے اس استحقاق کی

لیکن جب یہی تھی کہ کابل میں ایک مرتبہ خطبہ کے اندر اس کا نام پڑھا گیا تھا۔
سلیمان مرزا کا حملہ اکبر کے عہد میں کابل پر پہلا حملہ تھا جسکو اکبر کے فوجی افسروں اور امراء نے رد کر دیا تھا اور سلیمان مرزا واپس چلا گیا تھا۔

کابل سے شاہی خاندان کی خواتین وقت مقررہ پر ہندوستان کی طرف روانہ ہوئیں تاکہ ۹۶۴ھ کے شروع ہی میں وہ ہندوستان پہنچ جائیں اور اس لشکر سے جا ملیں جو مانکوٹ میں مغربی سوالک میں پڑا ہوا تھا۔

خواتین جب شاہی لشکر کے قریب پہنچیں تو اکبر ایک منزل ادھر ان کے استقبال کو آیا اور خاص عزت و شان سے ان کا استقبال کیا اور اس ملاقات سے بے حد مسرور ہوا۔ خواتین میں اکبر کی ماں حمیدہ بانو بیگم کے ساتھ گلبدن بیگم، گل چہرہ، حاجی بیگم اور سلیمہ تھیں اور فوجی افسروں کی بیویوں کی بھی ایک خاص تعداد شامل تھی شاہی خواتین غالباً اسوقت لشکر ہی میں مقیم رہیں جب تک کہ لشکر اقامت پذیر رہا یہاں سے لشکر لاہور چلا گیا اور خواتین کا قافلہ دسمبر ۱۵۵۷ء کو دہلی روانہ ہوا جالندھر میں جو شاہی لشکر پڑا ہوا تھا اسنے خواتین کے قافلہ کا استقبال کیا یہیں سلطان سلیمہ بیگم کی شادی بیرم خان خانخاناں کے ساتھ ہوئی یہ بابر کی پوتی اور ہمایوں کی بھتیجی تھی۔

بیرم خان سے جو رشتہ ہوا تھا وہ ہمایوں کا تجویز کیا ہوا تھا ابوالفضل نے اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے مژدہ کا لفظ استعمال کیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اکبر نے سلیمہ بیگم سے بیرم خان کی باقاعدہ شادی کی تھی نسبت کا معاملہ نہیں کیا تھا اس تشریح کی ضرورت اس وجہ سے پیش آئی کہ بعض مورخین نے اسوقت سلیمہ کی عمر پانچ سال بتائی ہے جو حقیقت میں غلط ہے۔

بیرم خان کو یہ اعزاز اسلئے بخشا گیا تھا کہ اسنے ہمایوں کی غیر معمولی خدمت

اکبر بادشاہ

کی تھی اور ہندوستان پر ہمایوں کو قبضہ دلانے میں کارہائے نمایاں کئے تھے پھر انہوں نے اکبر کے اقتدار کو قائم کیا اور سلطنت پر قبضہ جمائے رکھنے میں ایسی غیر معمولی مدد دی تھی بیرم خان کی خدمات کو دیکھتے ہوئے وہ ہر طرح اس کا مستحق تھا کہ سلیمہ بیگم کے ساتھ اس کی شادی کی جاتی اور وہ بادشاہ کی بہن کا شوہر بنتا۔

بیرم خان نہایت دانشمند اور ہوشیار آدمی تھا اس نے اپنی دانائی وفاداری اور نیک نیتی کی بدولت ارکان سلطنت میں خاص اعزاز حاصل کر لیا تھا اور اپنے ہم عصروں کو پیچھے چھوڑ کر صف اول میں جگہ حاصل کر لی تھی سلیمہ بیگم بھی نہایت ہوشیار اور سمجھدار تھی تعلیم یافتہ تھی اور شاعرہ بھی لیکن صفات و کمالات کے اعتبار سے بیرم خان کے مقابلہ میں دوسرا درجہ رکھتی تھی بیرم خان سلیمہ کیلئے موزوں تھا اور سلیمہ بیگم بیرم خان کے لئے۔

دوسری فصل

خضر خواجہ خاں اور گلبدن بیگم

خضر خواجہ خان ۹۶۲ھ میں ہمایوں کے ساتھ آیا تھا اکبر نے ۹۶۳ھ کے آغاز میں اسکو لاہور کا گورنر مقرر کیا اور سکندر افغان کی سرکوبی پر مامور فرمایا اس زمانہ میں خود اکبر ہیمو بقال سے مصروف کارزار تھا خضر خواجہ خان نے سکندر افغان سے مقابلہ کیا لیکن اس معرکہ میں اسکو شکست ہوئی۔

خضر خواجہ خان کوئی بہادر سپاہی نہ تھا اور اب سے پہلے اسکو کبھی کسی ذمہ داری کے کام پر بھی مقرر نہیں کیا گیا تھا اسکے اعزاز و اکرام کی اگر کوئی وجہ تھی تو صرف یہ کہ وہ ہمایوں کی بہن اور اکبر کی پھوپھی گلبدن بیگم کا شوہر تھا اور اسی حیثیت سے اُس کا ذکر تاریخوں میں آتا ہے۔

وفاداری کے مناسب ہو۔ چونکہ وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا اسلئے اس کا
دربار میں حاضر رہنا محض بیجا بات تھا۔ بہرحال مظفر خواجہ خان نے اکبر کی خدمت
میں شمولیت کے طور پر چند تحفے بھی پیش کئے تھے ۱۵۶۳ء میں اسنے اکبر کی علالت
کے ایام میں اکبر کی بیش بہا خدمت کی تھی جبکہ وہ بھی وزیر صاحب نوبت تھا

مظفر خواجہ خان کو بعد سے ایک اعلیٰ فوجی منصب عطا ہو گیا تھا اور پھر
وہ کے لئے سکوائیہ الامراء کا منصب بھی مل گیا تھا لیکن آئین اکبری ملا ابوالفضل
نے اسکا کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔ طبقات میں لکھا ہے کہ منصبداروں کی فہرست
میں مظفر خواجہ خان کا بہ حال نہ تھا اور وہ تین ہزاری منصب رکھتا تھا۔

شاہزادی گلبدن بیگم شاہی خاندان کی خواتین کے ساتھ ۱۵۵۷ء میں
ہندوستان پہنچی تھی لیکن اس وقت سے ۱۵۷۵ء تک جبکہ وہ مکہ معظمہ کو
گئی اسکے حالات کا پتہ نہیں چلتا اور نہ ان لوگوں کا کوئی ذکر تاریخ میں پایا جاتا
ہے جو انکی ذاتِ خاص سے تعلق رکھتے ہیں حالانکہ یہ واقعات خاص دلچسپی
رکھتے ہیں۔

تیسری فصل

بیرم خان کا زوال اور ماہم کا اقتدار

جن لوگوں نے بابر کے ساتھ بیرم خان کی وفاداری کے واقعات کا
اپنی آنکھ سے مشاہدہ کیا ہوگا یقیناً انہوں نے وہ دور بھی دیکھا ہوگا جبکہ بیرم
خان کا نام ارکان سلطنت کی فہرست میں سے نکال دیا گیا تھا اور وہ تنزل کے
انتہائی درجہ پر پہنچ گیا تھا۔

اکبر کی ماں حمیدہ بیگم بیرم خان کے اقتدار کے زوال کا باعث ہوئی جس سے
وہ کسی طرح انکار نہیں کر سکتی۔ بیگم اتکا، ادہم خان اور شہاب الدین احمد خان نیشاپوری کی

اس معاملہ میں شریک تھے آخر الذکر دہلی کا گورنر تھا اس نے قاعدہ یہ کہ روشن
کا وہ حصہ جس میں کہ تیرتھ تھا پیرم خان سے علیحدہ کر کے دہلی میں اپنے زیر
کے ماتحت کر لیا تھا جہاں سب بیگ کے شورہ سے قدم اٹھایا جا رہا تھا
ماہم انگہ کو بنایا گیا ہے باقی خان وکیل تھا اس معاملہ میں تو کچھ معلوم
نہیں ہوتا کہ وہ شخص جسے شہنشاہ کی شفقت خاص خدمت کی تھی اور
جن خدمات شاہی کی بدولت وزیری کے منصب تک پہنچ گیا تھا اس کا
چھوٹا بھائی ادہم اگرچہ ۱۵۶۲ء میں قتل کر دیا گیا تھا لیکن مرنے سے پہلے ترقی حاصل کی
تھی اور منصب ہزاری کے عہدہ تک پہنچ گیا تھا اس کی ریشہ دوانیاں بھی کم نہ تھیں
تھے اکثر اس رازق وزیر امراء کے خلاف زہر چکانی میں مشغول رہتی تھی ماہم
بھی اپنے مخالفوں کے خلاف ہر وقت تیار رہتی تھی۔

ماہم انگہ باقی خان کی ماں کی نسبت فارسی کے بہت سے
مورخین نے بڑی رائے کا اظہار کیا ہے وفات اکبر کے نام سے بعض مورخوں نے
بری بہت بری کہی ہے لیکن ابوالفضل اس کو بچانے کی کوشش کرتا ہے مگر سب کے
ابوالفضل کی رائے اُسکے دامن سے اس دھبہ کو دور کر دے جو بعد و فیسر بلوک
نے اس کے چند سلسلے کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے یہ عورت ندیم خان کوکہ
کی بیوی تھی جو بلاوں کا وفادار ملازم تھا۔

واقعہ یہ ہے کہ ماہم انگہ نے اکبر کی تربیت میں غیر معمولی حصہ لیا تھا اور
وہ آخری دم تک اکبر سے اپنے بیٹے سے زیادہ محبت کرتی رہی اس اعتبار سے
وہ قدر و تعریف کی مستحق ہے لیکن کسی حال میں اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ
وہ اپنے چھوٹے بیٹے ادہم کو غیر معمولی طور پر چاہتی تھی اس کے جرائم پر پردہ
ڈالتی اور ہر وقت اس کی ترقی و کامیابی کی تدبیروں میں مصروف رہتی تھی لیکن

سے بیشک وہ بیجا بھی نہ کرتی تھی۔

بلکہ تعجب یہ ہے کہ ماہم انگا نے اپنے چھوٹے بیٹے کی بد فطرتی بھی نہیں اس
سلسلہ میں بہت سے ایسے واقعات لکھے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ معمولی
معاملات سے لے کر اہم مہمات تک وہ ان کا تصفیہ کرتی تھی لیکن حقیقت یہ ہے
کہ اس کی ذات میں کوئی خاص خوبی نہ تھی وہ عقلمند اور ہوشیار نہ تھی صرف اس میں
یہ خوبی تھی کہ وہ اکبر سے خلوص محبت کرتی تھی یہی وجہ ہے کہ اقتدار کی بھی ممکن
ہے کہ حمیدہ بانو بیگم سے اس کے تعلقات کی خرابی بھی اس کا موجب ہو۔

صاحب طبقات لکھتا ہے کہ بیرم خان کی وفات کے ایک سال بعد
ماہم انگا کے چھوٹے بیٹے ادہم نے دربار امرا میں غیر معمولی اقتدار و رسوخ
حاصل کر لیا تھا۔ اس کو مالوہ میں باز بہادر کے مقابلہ پر بھیجا گیا اور وہاں اس نے
سخت ظلم و ستم کے واقعات سے جو نتائج رونما ہوئے ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ
باز بہادر جیسے عوام کے مقابلہ میں اگر کسی کو کامیابی ہو سکتی تھی تو وہ بیرم خان جیسا
ہی ہو سکتا تھا۔

اس زمانہ میں ماہم انگا گویا ہندوستان کی سلطنت کی وزیر اعظم بنی ہوئی تھی
اور اسی کے اشارہ سے منعم خان کو خان خاناں کا خطاب عطا ہوا تھا اس کا دلی
منشا یہ تھا کہ منعم خان کو وزیر اعظم بنا دیا جائے چنانچہ اس بہانے سے کئی سال کی تنخواہیں
صرف کر دی تھیں۔

ادہم نے باز بہادر سے مقابلہ کیا اور اس کو شکست دی اور وہ سارنگپور
سے بھاگ کھڑا ہوا اس کے بھاگ جانے کے بعد ادہم نے ہندوؤں سے ساز کر کے یہ حکم
جاری کیا کہ باز بہادر کے خاندان والوں کو قتل کر دیا جائے چنانچہ اس کے خاندان کے بہت لوگوں کو مار
ڈالا گیا اور بہت سے زخمی ہوئے آخر لوگوں نے درمیان میں پڑ کر اس معاملہ کو طے کیا اور قتل عام کی کارروائی

ڈوب گئی۔

بدایونی لکھتا ہے کہ ادہم خان اور اسکے ساتھیوں ہی نے کشت و خون کا بازار گرم کیا تھا پیر محمد خان جس نے اس ناپاک حرکت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا کہتا ہے کہ ادہم خان اور اس کے ساتھیوں نے خلق خدا کو بھیڑ بکریوں کی طرح کاٹ ڈالا افغان بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ باز بہادر کے بھاگ جانے کے بعد وحشیانہ اسلحہ کا استعمال کیا گیا تھا جب ان قاتلوں سے پوچھا گیا کہ تم نے جو کچھ کیا ہے کہاں تک انصاف اور قانون بجانب ہے تو انھوں نے جواب دیا کہ آخر رات تھی بیچ ساتھ اور کیا کیا جا سکتا تھا۔

اس کشت و خون میں جو لوگ زخمی ہوئے تھے ان میں ایک کمال حکمت روپ متی بھی تھی جو اپنے خداداد حسن و شاعری کے سبب ہندوستان میں خاص شہرت رکھتی تھی۔

روپ متی اپنے نام سے ہندو عورت معلوم ہوتی ہے اس کو باز بہادر کے اشارہ سے زخمی کیا گیا تھا زخم اتنا سخت اور کاری تھا کہ وہ زندگی سے مایوس ہوگئی تھی ادہم نے اسکو مشورہ دیا کہ وہ اپنے مالک کے پاس چلی جائے اس نے اس مشورہ کو قبول کر لیا اور زخموں کی مرہم پٹی کرائی لیکن جب اسکا ارادہ بدل گیا اس نے ادہم ہی کے پاس رہنا چاہا اور ادہم سے ایفائے عہد کا وعدہ لینا چاہا ادہم نے صاف الفاظ میں اس سے کہا کہ اسکو اسکے ساتھ بحیثیت ایک لونڈی کے رہنا ہوگا پھر جب ادہم اسکے کمرہ میں داخل ہوا اور اسکی چادر کو ہٹا کر اسکے چہرہ پر نظر ڈالی تو معلوم ہوا کہ اس نے خودکشی کر لی ہے۔

غالباً مردوں کے خیال میں روپ متی کی زندگی ایک ذلیل زندگی تھی وہ دنیا میں گناہ کرنے کے لئے پیدا ہوئی تھی اسے اپنی فطرت کے مطابق اپنی

زندگی بسر کی اور سارنگپور میں مقیم رہی وہ نہایت حسین جمیل تھی بات آتی ہیں کہ سکون ملے جب پاس جاتی تھی پھر وہ اتنا ادھم کی ہوشیار بلکہاں قاصر و قابل شاعرہ تھی۔

ادھم خان کو باز بہادر کے بھاگ جانے کے بعد بہت سا مال غنیمت ملا لیکن اس نے بادشاہ کے حصہ کا مال غنیمت اپنے پاس رکھ لیا صرف یہی نہیں کیا بلکہ فتح حاصل کرنے کے بعد اس نے اپنے آپ کو بادشاہ کا نائب سمجھا خود مختار بھی خیال کرنا شروع کیا اسکی ان نازیبا حرکات سے اکبر کا شک یقین میں بدل گیا چنانچہ وہ فوراً سارنگپور کی جانب بڑھا اور ادھم خان کو سبق سکھانا چاہا۔ جس پر ماہم انگہ نے اپنے بیٹے ایک خط بھیجا تھا اکبر نے اس قاصد کو راستے میں چھوڑا اور خود ادھم کے پاس پہنچ گیا۔ ادھم اتنا گھبرایا کہ وہ اکبر کا حال سنکر دوڑتا ہوا پہنچی اور دوسرے دن وہاں پہنچ گئی اور مال غنیمت پیش کر کے ان کے بعد نے تمام حالات کو سنبھالا اور اپنے بیٹے کی طرف سے جو خطا ہوئی تھی اسکو معاف کرا دیا اور وہ دارالسلطنت کو واپس ہو گیا۔

اکبر تو اس وقت میں تھا اور کچھ زیادہ فاصلہ طے نہیں کیا تھا اسکو یہ خبر ملی کہ ادھم نے دو نہایت خوبصورت عورتیں باز بہادر کی ... بے فوراً اسنے ان عورتوں کو اپنے پڑاؤ میں طلب کیا اور جب وہ یہاں پہنچ گئیں تو ادھم نے انکو اس خیال سے قتل کرا دیا کہ وہ کسی سے اپنی آبرو ریزی کا واقعہ بیان نہ کر سکیں۔

چوتھی فصل

ماہم کے اقتدار کا خاتمہ

اکبر نے کئی سال تک ماہم کے اثر و اقتدار میں بسر کئے پھر اس نے اپنی دماغی طاقت سے کام لیا اور اثر و اقتدار کے جال سے نکلنے کی کوشش شروع کی تاکہ

لئے انہیں کو اتالیق بس اپنے دشمنوں سے پاک و صاف کرے جو کہ ماہم کی بدولت تک پہنچے تھے۔

انیس سال کی عمر میں اکبر نے پہلی دفعہ ماہم کی مخالفت کا آغاز کیا یہ وہ زمانہ تھا جبکہ ماہم نے اکبر کی شخصیت و عظمت سلطنت کی بربادی کا پورا سامان فراہم کر لیا تھا ایک قیدی عورت خوش نویس ادہم کے حرم میں بھیجی گئی۔ ماہم کو کوئی سزا نہیں دی لیکن اس کی اور اس کے بیٹے کی ساری جائدادیں ضبط کر لیں اور ان کو بے دست و پا کر دیا گیا۔ وزیر منعم خان کو جسکو ماہم وزارت عظمیٰ کا منصب دلانا چاہتی تھی اس منصب سے محروم کر کے اپنے سوتیلے باپ شمس الدین محمد غزنوی کو وزیر اعظم مقرر کر دیا۔ یہ شخص اگرچہ ناخواندہ تھا لیکن نہایت ہوشیار اور دانشمند شخص تھا۔

دوسرا واقعہ جب ماہم انگہ اور اس کے لڑکے کو حکومت سے ابھی بیدخل کر رہے تھے میں اور جس سے ایک نہایت خوفناک واقعہ پیش آیا ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ جس سے مغلیہ خاندان کی بنیاد متزلزل ہو چلی تھی شمس الدین وزیر کے قتل کا واقعہ ہے۔ مئی ۱۵۶۲ء کو شمس الدین دربار عام میں اطمینان و سکون سے بیٹھا ہوا تھا کہ ادہم دربار میں داخل ہوا اور شمس الدین کو مار ڈالا۔ مورخین کا بیان ہے کہ ادہم شمس الدین کو قتل کر کے حرم شاہی کے دروازہ کی طرف تیزی سے جا رہا تھا کہ راستہ میں وہ اکبر سے دوچار ہوا۔ اس جرم پر نہایت غضبناک ہو کر اکبر نے اس کی جسارت اور خود سری کا جواب زبان سے دینے کے بجائے اپنے ہاتھ سے دیا اور اس زور سے ایک گھونسہ مارا کہ وہ بیہوش ہو کر گر پڑا اور اسی حالت میں اکبر کے حکم سے اس کی عمر و زندگی کا خاتمہ کر دیا گیا۔

ماہم انگہ کو اس کے بیٹے کی موت کی اطلاع سب سے پہلے شہنشاہ اکبر ہی نے دی تب شہنشاہ اس کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ادہم نے ہمارے اتکے کو قتل کیا تھا ہم

محمود فصیح کی دنیا دلی سے بیدار ہوگئی اکبر کے اس زبردست گھونسے سے ادہم کا دل دہل گیا
اور اس نے اپنے دشمن شمس الدین اتکہ سے بچنے منصب اپنی ذات اور اپنے لوگوں کے
متعلق جانے تھے سب بھگت لئے۔

جب ادہم کی لاش کو ادہم کی ماں ماہم انگہ کے سامنے لایا گیا
تو شدت غم سے اس کی روح پرواز کر گئی۔ ماں اور بیٹا دونوں ایک جگہ مدفون ہیں
اکبر نے خود بنفس نفیس اپنی ماں کے جنازہ کو کاندھا دیا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اکبر کو
اپنی دایہ سے غیر معمولی محبت تھی۔

اس واقعہ کے چند سال بعد خاندان شاہی میں ماہ چوچک سے متعلق
وحشت انگیز خبریں موصول ہوئیں ماہ چوچک کابل میں تھی اور قندھار سے حمیدہ بانو
بیگم کے کابل آنے پر ۱۵۴۶ء میں ہمایوں نے اس سے شادی کی تھی یہ کوئی خاندانی
عورت نہ تھی اس کو بیگم کا خطاب غالباً اسوقت ملا ہوگا جبکہ اس کے بطن سے
ہمایوں کا لڑکا محمد حکیم پیدا ہوا تھا۔

ہمایوں نے ۱۵۵۴ء میں ماہ چوچک بیگم کے چند سالہ بچہ محمد حکیم کو کابل کا گورنر مقرر کیا
تھا جسکی نگرانی منعم خان کے سپرد تھی پھر ۱۵۶۰ء میں اکبر نے اس منصب پر منعم خان
کو مستقل طور پر مامور کر دیا تھا اسکے بعد ۱۵۶۱ء میں جب منعم خان دربار میں حاضری
کے لئے کابل سے روانہ ہوا تو اس نے اپنے لڑکے غنی کو اپنا جانشین بنا کر کابل میں
چھوڑ دیا غنی نہ تو خوش خلق تھا اور نہ دانشمند سیاست داں ایک روز وہ فالیز
پر تفریح کے لئے کابل سے باہر گیا تھا کہ ماہ چوچک بیگم نے اسکو روکدیا اور کابل
کے اندر داخل نہ ہونے دیا اور مجبور ہو کر وہ ہندوستان چلا گیا۔

غنی کے ہندوستان چلے جانے پر ماہ چوچک بیگم نے اپنے لڑکے حکیم
کو کابل کا گورنر مقرر کر کے زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی بیگم نے اپنی امانت کیلئے

تین آدمی تجویز کیے گئے تھے جن میں سے دو کا خاتمہ تو خود اس نے اپنے حکم سے کرا دیا اور اور تیسرے نے حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔

کابل کے اس انقلاب کی خبر جب اکبر اور خاندان شاہی کی تمام خواتین نے سنی ہوگی اور یقیناً کہ ان معاملات کو سلجھانے کیلئے منعم خان کو کابل بھیجا ہوگا اور اسی اثنا میں ماہ چوچک سے منعم خان کا مقابلہ جلال آباد میں ہوا ہوگا اس مقابلہ میں منعم خان کو شکست فاش ہوئی اور اسنے سرزمین کابل سے بھاگ کر ہندوستان کی راہ لی اس واقعہ کے بعد ماہ چوچک نے اپنے تیسرے مشیر کو بھی قتل کرا دیا اور ایک اور آدمی کو مشیر مقرر کیا اور اس کے ساتھ شادی بھی کر لی اس شخص کا نام حیدر قاسم کوہ بر تھا ماہ چوچک نے جو کابل میں جو انقلاب پیدا کیا تھا وہ ضرور تحیر کن تھا جسکا سلسلہ ۱۵۶۳ء کے وسط تک جاری رہا یعنی اس وقت تک ماہ چوچک کابل پر متصرف رہی جب تک کہ ابوالمعالی آنجہانی ہند سے روانہ ہوا۔

ابوالمعالی کون تھا ہم اس وقت ہلاس کے گذشتہ تاریخی حالات پر روشنی ڈالنا نہیں چاہتے۔ اس کی غداریوں، کشت و خون، سزایابی اور زیارت مقامات مقدسہ کے لیے سفر وغیرہ وغیرہ یہ تمام واقعات مشہور ہو چکے ہیں کہ ان کی موجودگی میں اسکی شخصیت پر گفتگو کرنا ضروری نہیں۔ یہ صاف ہی کہا جا سکتا ہے وہ حج سے قبل کرکے ہندوستان آیا تھا ہندوستان سے کابل کی حکمران بیگم ماہ چوچک کو ایک خط لکھا تھا جس میں ظاہر کیا گیا تھا کہ وہ ہمایوں کا وفادار مصاحب تھا اور بابر بادشاہ کا معتقد ہے بیگم نے اسکے الفاظ پر اعتماد کر لیا اور اسکو کابل بلا لیا صرف یہی نہیں بلکہ اس کی اپنی بیٹی فخر النساء کی شادی بھی کر دی اور حکومت کے اختیارات بھی حوالے کر دیئے

اس واقعہ کو زیادہ زمانہ نہ گزرا تھا کہ ابوالمعالی نے علم بغاوت بلند کر دیا ماہ چوچک

کی زندگی کا خاتمہ اپنے خنجر سے کیا اور جیسا کہ ہم اس کے شوہر کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا اور بیٹیوں دونوں کو بعد ماہ چوچک کے خیر خواہ تھے تہ تیغ کر کے کابل کی شہنشاہیت میں خون کے دریا بہا دیئے۔

ماہ چوچک کے بیٹے محمد حکیم نے اس بغاوت کی اطلاع سلیمان اور حرم بیگم کو دی اور مدد کی التجا کی حرم نے اعانت کا وعدہ کیا اور بدخشان سے امدادی لشکر روانہ کر دیا جس نے کوہ کی تنگی سے عبور کر کے وادی غوربند میں ابوالمعالی سے مقابلہ کیا و شکست دیکر اسکو گرفتار کر لیا پھر اسکی مشکیں باندھ کر شہزادہ محمد حکیم کے پاس اسکو بھیجا اور حکیم نے اسکو مار ڈالا ابوالمعالی اور ادہم دونوں نے بیرم خان کے اقتدار کے زوال میں حصہ لیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کو جو اقتدار نصیب ہوا تھا قدرت نے اس سے ان کو زیادہ نفع نہ پہنچنے دیا اور وہ نامراد دنیا سے رخصت ہوئے۔

ابوالمعالی کے قتل کر دیئے جانے کے بعد سلیمان نے ایک لڑکی سے محمد حکیم کی شادی کر دی اور کابل کا کچھ حصہ اپنے لوگوں کے لئے علیحدہ کر دینے کے بعد وہ قلعہ ظفر کو چلا گیا۔ تھوڑے ہی دنوں بعد کابلیوں نے مداخلت بیجا کے الزام پر سلیمان کے آدمیوں کو کابل سے باہر نکال دیا اور اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ کابلیوں کی سرکوبی کے لئے سلیمان کو پھر لشکر بھیجنا پڑا ۱۵۶۶ء میں یہ لشکر کابل پر متصرف ہوا اور محمد حکیم بھاگ کر ہندوستان پہنچا اور اپنے بڑے بھائی اکبر سے بہت کچھ منت سماجت کی اکبر نے سلیمان کو لکھا کہ وہ لشکر کابل سے ہٹا لیجائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

اس مختصر تبصرہ حرم سے کچھ ضروری حالات کا اندازہ نامناسب نہ ہو گا آخری ایام میں حرم بیگم سے سلیمان کے تعلقات کشیدہ ہو گئے تھے کشیدگی کی وجہ یہ تھی کہ سلیمان محرمہ کے ساتھ اپنی شادی کرنا چاہتا تھا اور حرم اس کے خلاف تھی چنانچہ

حرم نے محترمہ کی شادی سلیمان کے لڑکے سے کر دی۔ پھر ایک اور واقعہ سے وہ اس قدر برافروختہ ہوئی کہ اُس نے سلیمان کو چھوڑ کر کابل میں اقامت اختیار کر لی اسوقت کابل کا گورنر منعم خان تھا۔ منعم کے ذریعہ حرم نے اکبر کو اپنی شکایات لکھ بھیجیں جس کے جواب میں اکبر نے منعم خان کو ہدایت کی کہ وہ درمیان میں پڑ کر معاملہ کو سلجھا دے چنانچہ منعم خان نے حرم بیگم اور سلیمان کے درمیان صفائی کرا دی اور حرم بدخشاں جانے پر رضامند ہو گئی۔ منعم خان اسکو پہنچانے کیلئے دور تک گیا جب دونوں ایک دوسرے سے رخصت ہونے لگے تو حرم اونٹ سے اتر پڑی اور منعم خان کو گھوڑے پر سوار کر کے اس کو رخصت کر دیا۔ رخصت کے وقت حرم بیگم نے منعم خان سے کہا تھا کہ میں تم کو اپنا بھائی خیال کرتی ہوں اور آئندہ کبھی صرف تمہاری وجہ سے کابل پر لشکر کشی نہ کروں گی۔ اس کے بعد دونوں کی درمیان کئی مرتبہ اسی قسم کے عہد و پیمان ہوئے لیکن حرم نے اپنے عہد و پیمان کا خیال نہ کیا اور جب اسکو موقع ملا وہ کابل پر لشکر لیکر چڑھ دوڑی چنانچہ ۱۵۶۲ء میں حرم نے پھر کابل کا رخ کیا اور چالاکی و فریب سے کابل پر متصرف ہونے کا ارادہ کر لیا۔ سلیمان کو بھیجے محمد حکیم کو گرفتار کر لینے کے لئے کمینگاہ میں بٹھا دیا۔

سلیمان بظاہر حرم بیگم کی ان کارروائیوں کو نامناسب خیال کرتا تھا لیکن حرم بیگم نے اسکو ہموار کر لیا تھا اور اسکو یہ لالچ دیا تھا کہ چونکہ میرا بیٹا ابراہیم مر چکا ہے اسلئے میں تم کو اپنا متبنّی بنا لونگی۔

اس کے بعد حرم بدخشان کو واپس چلی گئی اور سلیمان بھی بدخشان کی طرف روانہ ہو گیا۔ اب سلیمان کی قسمت کا فیصلہ بھی سن لیجئے [illegible] میں جب کہ وہ اکبر کی حفاظت میں تھا لاہور کے اندر ہی مر گیا۔ سلیمان بدخشان پر اسوقت تک متصرف رہا جبتک اس کے ساتھ حرم کی نظر عنایت رہی

اور جب حرم کی مہمات سے بھی گئیں تو نقشبندی کے اقتدار سے نکل گیا

پانچویں فصل

اکبر کے ماموں کی فتنہ پردازیاں

اکبر کی ماں حمیدہ بانو بیگم کا بھائی خواجہ معظم نہایت فتنہ پرداز شخص تھا شاہی خاندان کی خواتین کے درمیان نزاع پیدا کرانا اور ایک کو دوسرے کے خلاف بھڑکانے کا کام اسکو خوب آتا تھا بچپن سے یہ شخص من موجی واقع ہوا تھا اور شرارت مزاج میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی بادشاہی کے جرائم بچپن سے اس کے دماغ میں بھرے ہوئے تھے جنہوں نے اسکی زندگی کے آخری سانس تک بہت غلبہ پا لیا تھا

بیرم خان نے اپنے عہد اقتدار میں اسکو شہر بدر کر دیا تھا لیکن جب بیرم خان کا اقتدار جاتا رہا تو یہ پھر دربار شاہی میں داخل ہو گیا اور اسکو جاگیر بھی ملگئی لیکن اکبر بھی اسکو اچھی نظر سے نہ دیکھتا تھا کیونکہ اسکے ہاتھوں سے قتل کے جو ارتکابات ہوئے تھے وہ سب اسی کی سازش کا نتیجہ تھے اکبر نے اپنی ماں کے کہنے سے اسکے جرائم کو معاف کر دیا تھا اور اس کی حرکتوں سے درگذر کرتا رہتا تھا۔

۹۷۱ھ میں بی بی فاطمہ خواجہ معظم کی خوشدامن اکبر کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ آپ کا ماموں خواجہ معظم میری لڑکی اور اپنی بیوی زاہرہ کو مار ڈالنے کی دھمکیاں دیتا ہے اکبر نے فوراً خواجہ معظم کو اطلاع دی کہ میں تمہارے گھر آتا ہوں اسکے بعد فوراً اکبر اس کے گھر کیطرف روانہ ہو گیا شاہنشاہ نے اسکے گھر میں قدم ہی رکھا تھا کہ اس نے اپنی بیوی کا خنجر سے کام تمام کر دیا اور جھلا کر خنجر کو اسطرح اکبر کیطرف پھینکا جیسے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ خاندان شاہی کو مقابلہ کی دعوت دے رہا ہے۔

ابوالفضل کا بیان ہے کہ زہرہ کو قتل کر کے خواجہ معظم دریا کے اندر کود پڑا
لیکن ڈوبا نہیں۔

نظام الدین احمد کہتا ہے کہ واقعہ قتل کے بعد بادشاہ کے حکم سے اسکو
خوب پیٹا گیا اور دریا میں غوطے دیئے گئے اور پھر اسکو قیدخانہ میں بند کر دیا گیا
اور وہ قیدی کی حالت میں گوالیار کے قید خانے کے اندر مر گیا

چھٹی فصل

ناہید بیگم

اگست ۱۵۶۹ء میں ایک اور قدیم شناسا ناہید بیگم کا واقعہ سامنے آتا ہے جس
شاہزادی گلبدن بیگم محض اس وجہ سے مہربان تھی کہ اس کا باپ حیدر قاسم بابر کا
سوتیلا باپ تھا ناہید بیگم قاسم اور ماہ چوچک ارغون کی لڑکی تھی ماہ چوچک کامران
کی بیوی نہ تھی جیسے بیگم جان اس کی ہمنام ہے یہ دونوں عورتیں ارغون خاندان کی اور ہم
عمر تھیں ماہ چوچک ناہید کی ماں نے تیسری شادی محب علی نظام الدین خلیفہ
کے بیٹے سے کی تھی جو دولت کے ایک اعلیٰ منصب پر سرفراز تھا لیکن اب
سپاہیانہ زندگی سے کنارہ کش ہو گیا تھا اب ناہید کی ماں شباب کے دن گذار
رہی تھی اس کے آخری شوہر کا لڑکا محمد باقی ترخان ارغون ٹھٹھہ کا حکمران تھا لیکن
اپنی ماں کی خبر نہ لیتا تھا ناہید ۱۵۷۲ء میں اپنی ماں سے ملنے گئی اور غالباً باقی کو لوگوں نے
متنبہ کیا ہوگا کہ ناہید صرف ملنے ہی نہیں آئی ہے بلکہ اسکا آنا کسی اور بات کے معنی ہے
لوگوں کے اس شبہ سے متاثر ہو کر باقی نے ماہ چوچک کو قید کر دیا اور ناہید سے
ایسا برتاؤ کیا کہ اس کو وہاں سے بھاگ کر ایک جگہ پناہ لینے پر مجبور ہونا پڑا وہ
اکبر کے حضور میں حاضر ہوئی پھر شور پوش کر کے اور اپنی غلطیوں کا اعتراف

کیونکہ میں نے بھی کبھی اس بارہ میں سلطان محمود بیگڑی سے بھی ذکر کیا تھا جس کے جواب میں محمود نے میرے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ تم ٹھٹھہ پر حملہ کر دو میں تمہاری مدد کروں گا۔ اسکے بعد ناہید نے اکبر سے عرض کیا کہ آپ بھی میری مدد کریں۔

اکبر نے اسکی خواہش کو قبول کر لیا مرزا علی کو بلایا گیا اور ایک لشکر اس کی ماتحتی میں دیکر ناہید کے ساتھ اسکو روانہ کر دیا اس لشکر کے ساتھ مرزا علی کی بیوی صائمہ اور اسکا بچہ بھی تھا۔ مدت تک بھکر سے جنگ ہوتی رہی لیکن ناہید کا مقصد پورا نہ ہوا آخر وہ واپس ہوگئی ناہید نے احمد شاہ کے خلاف کاروائی شروع کر دی اور اس میں لڑائی ہوئی مرزا علی نے ایک بار ٹھٹھہ پر قبضہ کر لیا لیکن ناہید کے متعلق معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ واپس چلی گئی یا ممکن ہے وہ اکبر کے دربار میں حاضر ہوئی ہو اور اسکو معافی مل گئی ہو اور پھر اس نے اپنی زندگی خاموشی کے ساتھ گذار دیا ہو

ساتویں فصل

گلبدن بیگم کی حج کو روانگی اور واپسی

گلبدن بیگم کی زندگی کا وہ بہت سا زمانہ جس کے واقعات سے تاریخی اوراق خالی ہیں۔ غالباً ایک بادشاہ کی بہن ایک بادشاہ کی پھوپھی ایک شوہر کی بیوی اور بچوں کی ماں کی حیثیت سے آرام و سکون کے ساتھ بسر ہوا ہوگا وہ علوم و فنون کی دلدادہ تھی اس لئے کتابوں کے مطالعہ اور شاعری میں اس نے طمانیت کے ساتھ ایام گذارے ہوں۔ سیاست سے بھی اسکو دلچسپی تھی اس لئے اسے بیرونی خبروں۔ اندرونی اطلاعات۔ حکومت کے نظم و نسق و ترقیات سے متعلق معلومات حاصل ہوتے ہوں گے اور ان پر رائے قائم کی ہوگی اور اسکو اس امر کا بھی موقع ملا ہوگا کہ وہ شاہی خاندان

کی خواتین کے ساتھ ہندوستان کے شہر دیکھا سفر کرے اور سرکاری لشکر دیکھا تھا
جائے اور اس سلسلہ میں اُسے ہندوستان کے متعلق کافی معلومات حاصل کی
ہونگی۔ اکبر کے عہد میں گلبدن کے ایک سفر کا حال تاریخوں میں پایا جاتا ہے
جو ایک شاہی لشکر کے ساتھ گئی تھی اور اسکا خیمہ حمیدہ بانو بیگم کے خیمہ کے قریب نصب
تھا جس سے غالباً شہنشاہ اکبر کا خیمہ بھی زیادہ دور نہ ہوگا گلبدن نے ہندوستان کے
اُن رسم و رواج کو بھی دیکھا ہوگا جو ہندوؤں میں رائج تھے خصوصاً ستی کی رسم
کو اور جوہر نے راجپوتوں کے متعلق بھی سُنا ہوگا کہ وہ اپنی عزت و حرمت کے
کس قدر محافظ تھے ان کی عورتیں قید ہو جانے کے مقابلہ میں جان دے دینا
بہتر خیال کرتی تھیں اور شوہر بھی بیویوں کو اپنے ہاتھ سے مار ڈالنا زیادہ بہتر سمجھتے تھے
اس کے مقابلہ میں کہ وہ فاتح قوم کے ہاتھ میں پڑ جائیں۔

اکبر کے عہد میں گلبدن بیگم نے حرم شاہی میں ان ہندو عورتوں کو بھی دیکھا
ہوگا جو شاہی خاندان سے متوسل ہو گئی تھیں اور ان سے ہندوؤں کی معاشرت
کا علم بھی اس کو ہوا ہوگا۔ گلبدن بیگم کو ان بہت عورتوں کے ساتھ زندگی بسر کرنے
کا وقت بھی ملا ہوگا اور اس سلسلہ میں اسکو بہت نئی نئی باتیں معلوم ہوئی ہونگی
ہندو خواتین سے اس کو یہ معلوم ہو کر بڑی خوشی ہوئی ہوگی کہ مقامات
مقدسہ کی زیارت کا جذبہ جس طرح عام مسلمانوں میں پایا جاتا ہے اسی طرح
ہندوؤں میں بھی ہے اور اسکے بعد اسنے مقامات مقدسہ جانے کا پختہ ارادہ
کر لیا ہوگا۔

تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ گلبدن بیگم ۹۸۳ھ میں مکہ معظمہ روانہ ہوئی شاہنشاہ
اکبر کو اپنی عزیز پھوپھی کی مفارقت گوارا تھی اور انکی روانگی بالکل شاہی مرضی کے خلاف
تھی گلبدن بیگم نے اس خیال سے کہ خود شہنشاہ اس مقدس سفر کا ارادہ کرتے

ہیں وہ اکثر رہیں تاخیر سے بھی کام لیا لیکن شہنشاہ اکبر خود بوجہ نہ جا سکے وہ
حج کے پختہ ارادے سے احرام باندھ کر اپنی پھوپھی گلبدن بیگم کے ساتھ روانہ ہوئے
تھے لیکن مومنین نے سمجھایا کہ احرام توڑنا پڑا اور وہ واپس چلے آئے۔

اکبر اگرچہ خود اس فریضہ کی ادائیگی کے لئے نہ جا سکا تھا لیکن اپنی طرف سے
اس نے متعدد آدمیوں کو روانہ کر دیا تھا اور ان کے مصارف کے لئے گرانقدر رقوم
اپنی جیب خاص سے ادا کی تھیں وہ ہر سال ایک سالار قافلہ کی نگرانی میں حاجیوں کی
ایک تعداد روانہ کرتا اور قیمتی ہدایا و تحائف روانہ کیا تھا۔

گلبدن بیگم جس قافلہ میں روانہ ہوئی تھی اس کا سردار سلطان خواجہ تھا جس کو
اکبر نے دوسرے ہدایا و تحائف کے علاوہ بارہ ہزار خلعت فاخرہ بھی دیئے تھے
فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد سلطان خواجہ جب واپس ہوا تب تو گلبدن بیگم کو اپنے
ساتھ نہیں لایا بلکہ مکہ معظمہ میں چھوڑ آیا سلطان خواجہ کے بعد قافلہ کی سالاری
کا فرض خواجہ یحییٰ کے سپرد تھا۔

تاریخ میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے کہ گلبدن بیگم کو مکہ معظمہ جانے کی اجازت
کیونکر ملی اور اکبر نے اپنی عزیز و دانش مند پھوپھی کی مفارقت کیونکر گوارا کی ممکن ہے کہ
اس کا سبب گلبدن بیگم کا بڑھاپا ہو اس وقت گلبدن کی عمر پچاس سال سے
زیادہ ہو چکی تھی دنیا کی لذتوں اور عیش و عشرت سے اس کا دل بھر چکا ہوگا اور
مذہبی جذبات ابھر گئے ہوں گے اور اس کی مذہبی عقیدت نے اس کو سفر حج پر
آمادہ کر دیا ہوگا ایسی حالت میں اس کو روکنا غالباً کسی طرح مناسب نہیں تھا۔

ابوالفضل نے ان خواص خواتین کے نام بھی لکھے ہیں جو گلبدن کے ساتھ
حج کو گئی تھیں ان سب کو شہنشاہ اکبر نے اپنی جیب خاص سے تمام مصارف
سفر عطا کئے تھے ان میں بیرم خان کی بیوہ سلطان سلیمہ بیگم بھی تھی جس سے اکبر نے

شادی کرلی تھی ایک اور خاتون سلطانم تھی جو اکبر کے چچا عسکری کی بیوہ تھی جس نے
اکبر کی تربیت اور نگرانی میں کچھ حصہ لیا تھا گلبدن کی دو بھتیجیاں کامران کی
لڑکیاں بھی اس قافلہ میں شامل تھیں اور حاجی بیگم اور گلرخ بیگم بھی شریک تھیں
حاجی بیگم کے نام سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حج ان کا دوسرا حج ہوگا انہوں نے پہلا حج اسوقت
کیا ہوگا جب اس کا باپ ہندوستان میں تھا ان دونوں بیگموں کو حج کی سعادت کے
ساتھ یہ شرف بھی حاصل ہوا ہوگا کہ وہ اپنے والد اور ماہ چوچک کی قبروں پہ
فاتحہ پڑھیں۔

گلبدن بیگم کی ایک پوتی ام کلثوم بھی اس کے ساتھ تھی اور ایک کنیز عورت بھی
تھی جس کا نام گلنار چہرہ تھا یہ عورت ۱۵۲۶ء میں شاہ طہماسپ نے بابر کی خدمت میں
بھیجی تھی اس کی عمر اسوقت بہت زیادہ تھی گلبدن بیگم سے بھی زیادہ لیکن اسکی
صحت ابھی اچھی تھی بلکہ ایک اور خاتون جو ہمایوں کے زمانہ میں بھی خادمہ رہی ہے
اس سفر میں شامل تھی جس کی شادی منعم خاں کے ساتھ ہوگئی تھی اسوقت بیوہ
تھی اور قصہ گوئی اور شعر خوانی پر مامور تھی بی بی صفیہ اور شاہ آغا بھی اس قافلہ میں
تھیں یہ بھی ہمایوں کی باندیاں تھیں۔

ابوالفضل کا بیان ہے کہ ۱۵ اکتوبر ۱۵۷۵ء میں اس قافلے کے سیکری میں جمع
ہونے کا حکم دربار سے صادر ہوا تھا اور یہی روانگی کی تاریخ تھی لیکن قافلہ مقررہ
تاریخ سے پہلے ہی روانہ ہوگیا کیونکہ خواتین تیزی کے ساتھ سفر نہیں کر سکتی تھیں
عام طور پہ قافلوں کی روانگی کا یہ بہت رواج تھا۔ دسویں مہینے (شوال)
میں عازمان حج آگرہ سے روانہ ہوا کرتے تھے لیکن یہ قافلہ عام دستور کے
خلاف ساتویں مہینے (شعبان) ہی میں آگرہ سے روانہ ہوگیا تھا۔

بعض لوگوں کا بیان ہے کہ اکبر کا دوسرا لڑکا مراد خواتین کے ساتھ سندھ

کے کنارے تک گیا تھا اور شہزادہ سلیم نے انکی واپسی پر ساحل سے ہی آگے
ایک منزل بڑھ کر بادشاہانہ پیشوائی کی تھی۔

گلبدن بیگم کے لئے شہزادہ مراد سورت سے آگرہ واپس بھیجا گیا
یہ امر کس قدر صحت کے قریب ہے کہ اس زمانہ میں سلیم اور مراد کی عمر پانچ اور چار سال
کی تھی۔ اس قافلہ کے ذمہ دار افسروں میں ایک محمد باقی کوکہ تھا اور دوسرا رومی
خان مؤخر الذکر شخص غالباً بارسے توپخانے کا افسر رہا ہے۔

یہ حقیقت کس قدر افسوس ناک ہے کہ شہزادی گلبدن بیگم نے اپنے اس مبارک
سفر کے حالات قلمبند نہیں فرمائے یہ سفر یقیناً نہایت دلچسپ ہوگا اور اس کے
واقعات بھی نہایت دلچسپ ہوں گے گرچہ بعض مواقع پر تکالیف سے بھی دوچار
ہونا پڑا ہوگا۔

تاریخ سے اتنا پتہ تو چلتا ہے کہ روانگی سورت کے بندرگاہ سے عمل میں
آئی تھی لیکن یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ سورت جانے کے لئے کون سا راستہ اختیار کیا گیا
تھا اور اس کی حفاظت کی خدمت غالباً مقامی فوج کے ذمہ ہوگی جو اپنے مقام سے
دوسری فوج کے مقام تک قافلہ کو حفاظت سے پہنچا دیتی ہوگی۔

اس زمانہ میں اگرچہ جزائر و بنگس کے درمیان صلح تھی لیکن پھر بھی خواتین
کو سمندر تک پہنچنے میں ایک مہینے کی مدت صرف ہوگئی صاحب اکبرنامہ لکھتا ہے
کہ قافلہ کے بندرگاہ تک پہنچنے میں تاخیر کا سبب فرنگیوں کی گرفتاری تھی فرنگیوں کے
شور و شر کے سبب خواتین نے ایک کشتی کہ پہلے جس کا نام سلیمی تھا اس کشتی نے
پھر بعد قرار سے محمل کر زائرین کے اس جہاز کو پالیا جس سے یہ سفر کرنے والی تھیں
ایک اور وجہ اس تاخیر کی یہ بیان کی جاتی ہے کہ عین سفر کے لئے کسی منظر
بطور اجارہ داری کی ضرورت ہوتی تھی اور خواتین کے اس قافلہ سے یہ اجارہ داری کو

حاصل نہیں کیا تھا۔ مزید برآں اس زمانہ میں بنگالیوں کا اقتدار تھا اور انہوں نے یہ قاعدہ مقرر کر رکھا تھا کہ جب تک محصول ادا کر کے پروانہ راہداری کو حاصل نہ کر لیا جائے جہاز بندرگاہ سے آگے نہ بڑھے۔

بدایونی لکھتا ہے کہ خواجہ سلطان کے جہازات پروانہ راہداری حاصل کرنے کی وجہ سے بندرگاہ میں کھڑے رہے پھر بدایونی ایک قانونی پہلو یہ بیان کرتا ہے کہ اس زمانہ میں ہندوستان سے حج کرنا خلاف قاعدہ تھا کیونکہ سفر حج کے عام طور پر دو راستے تھے ایک راستہ تو عراق کا تھا جو شیعہ مقبوضات میں ہو کر جاتا تھا اور دوسرا راستہ بحری تھا جس کے لئے پروانہ راہداری حاصل کرنا پڑتا تھا اور ان پروانوں پر حضرت عیسیٰ اور مریم علیہما السلام کی تصویریں بنی ہوتی تھیں جن سے اس زمانہ میں نفرت کی جاتی تھی۔

قافلہ کی روانگی میں جب دیر ہوئی اور کوئی صورت روانگی کی نہ نکلی تو سالار قافلہ نے اس کی اطلاع بادشاہ کو دی۔ بادشاہ نے فوراً سورت کے حاکم قلیچ خان کے نام یہ احکام بھیجے کہ تم فوراً سورت جاؤ اور جو موانع و مشکلات روانگی میں پیش آئی ہیں ان کو دور کرنے کی تدابیر کو عمل میں لاؤ۔

قلیچ خان نے یہ احکام پاتے ہی ایک جماعت کو جو ملاحی اور جہاز رانی کے کام میں ہوشیار تھا اپنے ساتھ لیا اور سورت کی طرف روانہ ہو گیا اور جو دشواریاں سفر میں پیش آئی تھیں ان کو دور کر دیا۔

۱۷ اکتوبر ۱۵۷۵ء کو عازمان حجاز کا یہ قافلہ بندرگاہ سے روانہ ہوا اور پورے ایک سال میں یہ بحری سفر طے ہوا۔ اثنائے منزل کا پتہ نہ تھا کہ کہاں جا کر ٹھہریں کچھ مجبور ہو گئے اور کچھ نے فارس کی راہ لی اور ان کے ساتھ تین سال عرب میں بسر ہوئے۔

[illegible] اخلاق [illegible] ہے۔
[illegible]
[illegible] ہیں۔

کوئی [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] ہندوستان
[illegible] ہیں۔

[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]

میں تھیں پھر [illegible] گلبدن بیگم [illegible] ہو گئی [illegible]
[illegible] ہمایوں [illegible] تعلیم و [illegible]
[illegible] محبت [illegible]
سے نہ مل سکتی تھی۔

[illegible] گلبدن بیگم [illegible]
[illegible] گلبدن بیگم [illegible]
اور [illegible] بھی [illegible] میں شریک ہوں گی۔

[illegible]

[illegible]

دیدی۔

آٹھویں فصل

ہمایوں نامہ

گلبدن کی حیات میں کی تصنیف ہمایوں نامہ کا ذکر بھی ضروری ہے
ہمایوں نامہ سے یہ [illegible] موجود ہے اس سے گلبدن بیگم کی علمی حیثیت اور شخصیت کا کافی اندازہ ہو جاتا ہے۔

مورخوں نے گلبدن کی اس تصنیف کا کوئی ذکر نہیں کیا [illegible] کوئی معروف کتاب نہیں [illegible] ایک مختصر [illegible] گلبدن بیگم نے اس تصنیف میں ان تمام واقعات کو لکھا جو اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں یا جن کی معلومات معتبر ذریعے سے اس تک پہنچی ہیں ان واقعات کو نہایت سادہ انداز میں بیان کیا ہے اور طرز تحریر میں بڑی طبیعت

کو نہیں بلکہ اور وقت کا تھا کہ بہت دوسرے جن میں شعر ہی کہے ہیں یہ بھی شبہ ہے کہ
سے اپنی کتاب تذکرہ خوشگویاں میں گلبدن بیگم کا ایک شعر دیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ
اگر عشق نہیں تو حظ زندگی نہیں ہے اور وہ شعر یہ ہے ؎

بیت

ہر پری کہ او عاشق خود یار نیست ✤ تو یقین میداں کہ ہیچ از عمر برخوردار نیست

گلبدن بیگم کے دیوان ہونے کے علاوہ ان کا ایک اور ذاتی کتب خانہ بھی تھا جس کا
ایک بار یہ کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ شاہی کتب خانہ سے ایک کتاب مانگی اور جب ان کو کتاب ملی تو بہت
بہتر اور عمدہ پائی۔

بیرم خاں کے بیٹے کی سلطنت کی تحقیق ہو چکی تھی کہ ہمایوں کے وقت میں بھی شاہی
کتب خانہ کا ایک بڑا حصہ تھا جس میں گلبدن بیگم کا بھی ہاتھ تھا اور اس کی تصنیف
میں ذکر ہوتا ہے کہ گلبدن بیگم کو کتابوں کا بڑا شوق تھا اور کتب خانے میں ان کی
میں بیٹی ملی کہ جب بیگم صاحبہ بیمار تھیں تب ان کی کتابیں جمع کی گئیں اور یہ عجیب بات ہے کہ
شاہی کتب خانہ میں ان کی کتابیں تھیں جب یہ کتب خانہ ان کا تھا
اور اس کا ذکر ہر شاہی کتاب میں آیا ہے کہ کتب خانہ کے لفظ کا وظیفہ مقرر کیا
جاتا اور اس کتاب کو ایسے ہی لوگ لکھتے تھے اور جب ان میں سے کسی نے اس کا ذکر
سلطنت میں بادشاہ سے کیا تو انہوں نے منظور نہیں کیا اور اس شبہ کو دور کیا کہ
کوئی وصیت نہیں کی گئی تھی اس لئے بیگم کی تصنیف کتابیں کتب خانہ میں رہیں۔

نویں فصل

گلبدن بیگم کی وفات

گلبدن بیگم کے حالات تاریخوں میں بہت کم ملتے ہیں اگرچہ بعض باتیں معلوم ہیں
اور ایک بیگم صاحبہ کے ذکر میں پایا جاتا ہے کہ ان کی عمر اسی سال کی تھی جب وہ مریں۔
ان کی بڑی کا ذکر ہے جس کو دربار سے محمد یار نے لکھا ہے اور بیگم کا بھی ذکر کیا
اس سلسلہ میں ذہن یہ ہے کہ وہ بیگم جب شہزادہ سلیم کی خدمت میں آنے لگے تو انہیں

نہ بدلی گئی ہے۔

ایک روایت یہ ہے۔ گلبدن بیگم اس سلسلہ میں اتفاق ہے جبکہ حمیدہ بانو بیگم کے ساتھ وہ شاہی حرم کا انتظام و جوابدہی قبول کر لی ہے۔

گلبدن بیگم نہایت نیک صفت و خوش خلق و کثرت سے صدقات و خیرات بہا کرتی تھیں بعض لوگوں کا بیان ہے کہ جس وقت ان کی وفات ہوئی ان کے پاس کچھ مال نہ تھا کہ وہ دن رات میں بھی ان کی روزانہ خرچ و پیسہ نہیں رکھتی تھی یہاں تک کہ ہر ایک محتاج کے درد کا علاج کرتی تھی۔

گلبدن نے اپنی زندگی کی مدت ۱۰۱۱ھ میں وہ خواہش جو اپنی والدہ کی وفات کے بعد کی ابتدا تھی کہ حمیدہ بانو بیگم وہیں تک اس کے پاس رہیں صفا اتفاقاً ملکہ اکبر کی تہ بیگم بھی آخری وقت تک اس کے پاس موجود رہی ہوگی۔

گلبدن کی آنکھیں غفلت کی حالت میں جب بند ہو گئیں تو حمیدہ بانو بیگم محبت کے لہجہ میں جیوا جیوا کہتی رہتی۔ ایک پکار کا بھی کوئی جواب نہ پایا تو اے گلبدن کہہ کر آواز دی یہ آواز سن کر گلبدن بیگم نے آنکھیں کھول دیں اور کہا میں جاتی ہوں اور تم زندہ رہو۔ اس کے یہ الفاظ ختم ہوئے اور ادھر روح پرواز کر گئی۔

شہنشاہ اکبر گلبدن بیگم کے جنازے کے ساتھ قبرستان تک گیا دور تک جنازہ کو کاندھا دیا اور قبر کے اندر جنازہ کو خود اتارا کیونکہ گلبدن بیگم کا اکبر کو بہت لحاظ تھا۔

گلبدن بیگم نہایت منکسر المزاج، نیک، ہوشیار اور سمجھدار تھی اپنے خاندان کے لوگوں سے غیر معمولی محبت رکھتی تھی اور معاشرتی فرائض کی پوری پابند تھی۔ خدا مغفرت فرمائے۔

تمام شد

مخدرات تیموریہ

بے عیب خاندان شاہی کی مستورات کا عالیشان سلسلہ عصمت و عفت کے پاکیزہ کرشمے جو اس شجاع اور بہادر قوم کی تاریخ کی جان ہیں۔ علم و ہنر کے کمال اور بے عیب عملی نتائج۔ اور اس سرزمین کے سبب سے سرسبز اور ہرے بھرے باغ کی شگفتہ پھولوں کی مہک جو ایک دفعہ قومی زمین کھلا گئی شجاعت اور تہور کے حیرت انگیز تماشے جنہوں نے ساری دنیا کو مسخر کر لیا تھا ایک عظیم الشان خاندان کی وہ شان و شوکت کی تعریف کہ تصویر جن کی چشم فلک نے نہیں دیکھی قیمت [illegible] رعایتی ۱۲

فہرست بیگمات

[illegible] بیگم	بیگم امیر تیمور	[illegible] ملک	بیگم [illegible] خان	زینت النساء بیگم	دختر اورنگ زیب
نور النساء بیگم	،	[illegible] بیگم	دختر [illegible]	زبدۃ النساء بیگم	
عصمت النساء بیگم		رضیہ سلطانہ	دختر شمس الدین التمش	بادشاہ بیگم	
[illegible] بیگم	دختر [illegible]	مہر النساء بیگم	دختر اورنگ زیب	سلطان بیگم	[illegible]
[illegible]	دختر [illegible] شاہ	[illegible] بیگم	دختر [illegible] خان	،	[illegible]
[illegible] بیگم	دختر [illegible]	[illegible] بیگم	بیگم [illegible]	[illegible] بیگم	[illegible]
[illegible] بیگم	بیگم [illegible] شاہ	[illegible]	دختر [illegible] بیگم	،	[illegible]
[illegible]	بیگم [illegible]	،	[illegible]	[illegible] بیگم	دختر [illegible]
[illegible]	بیگم [illegible]	[illegible] بیگم	بیگم [illegible]	[illegible]	بیگم [illegible]
قدسیہ بیگم	بیگم [illegible]	[illegible] بیگم	،	[illegible] بیگم	بیگم [illegible] شاہ
[illegible] بیگم	بیگم [illegible]	[illegible] بیگم	دختر [illegible]	[illegible] بیگم	بیگم [illegible]
[illegible]	بیگم [illegible]	[illegible]	دختر [illegible]	[illegible] بیگم	[illegible]
[illegible] بیگم	دختر [illegible]	[illegible] بیگم	دختر [illegible]	[illegible] بیگم	دختر [illegible]
[illegible]	بیگم [illegible]	[illegible] بیگم	،	[illegible] بیگم	دختر [illegible]
[illegible] بیگم	دختر [illegible]	[illegible] بیگم	،	[illegible]	دختر [illegible]
[illegible] بیگم	دختر [illegible]	رانی [illegible]	رانی [illegible]	بی بی [illegible]	دختر [illegible]
[illegible]	[illegible]	،	[illegible]	[illegible] بیگم	دختر [illegible]
[illegible] بانو	بیگم محمد مظفر شاہ	رانی [illegible]	رانی [illegible]	بیگم سلطان	دختر ابراہیم عادل شاہ

سید محمود حسن قومی کتب خانہ زیر جامع مسجد دہلی

ہمایوں نامہ

از

گلبدن بیگم

مترجمہ مسٹر بن حسن بی اے۔ بی ٹی

جس میں ہمایوں کی پوری سوانح عمری اور اس کے عہد کے پورے واقعات لکھے ہیں۔ اور مزید نوٹ حسب ذیل کتابوں سے لئے گئے ہیں۔ جوہر آفتابچی ہمایوں بادشاہ۔ خواندمیر۔ میر مورخ بادشاہ۔ ابوالفضل بایزید سید علی رئیس امیر البحر ترکی۔ ارسکائن۔ تزک بابری۔ الیسٹ وڈوسن عبدالباقی نہاوندی۔ عبدالقادر بدایونی۔ الیس ورانس مترجم تاریخ رشیدی۔ نظام الدین طبقات اکبری صمصام الدولہ شاہ نواز خان۔ بیورج۔ جیرٹ۔ وغیرہ وغیرہ زیر طبع

قیمت عہ مجلد مع فوٹو۔ اور مع سوانح عمری

گلبدن بیگم مجلد عا

[illegible]